Spot CMYK#Waheed

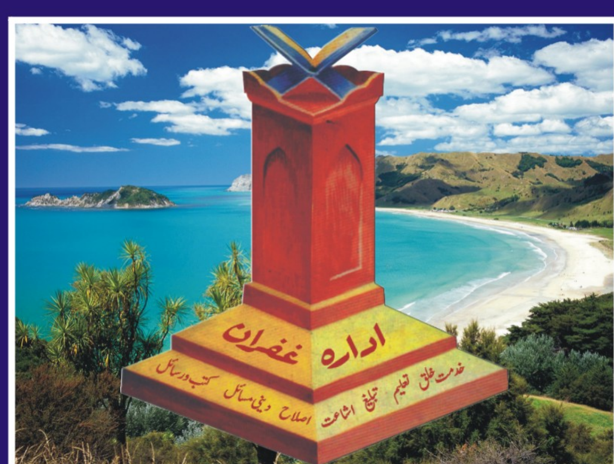

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس ، مفتی محمد امجد ، حکیم محمد فیضان ، غفار الحق

فی شمارہ .... 25 روپے

سالانہ .... 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈوکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....سوئی گیس کی کمی کیسے ختم ہو؟.................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۶۴) . . یہود کی نبی علیہ السلام کے حق میں گستاخی اور مسلمانوں کے لئے تعلیم ...// // ۷

درسِ حدیث ....نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط ۱).......// // ۱۰

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

درود شریف کے فضائل وآداب (چوتھی وآخری قسط)...........................مفتی محمد رضوان ۱۸

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۲)...........................مفتی محمد امجد حسین ۲۱

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق (قسط ۲)...........................مفتی محمد رضوان ۲۷

ماہِ محرم: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات ....مولوی طارق محمود ۳۲

سجدہ سہو کے مسائل (**نماز کے احکام: قسط ۱۶**)...........................مفتی محمد امجد حسین ۳۵

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۱)...........................مفتی محمد رضوان ۳۸

موجودہ حالات کے تناظر میں (پانچویں وآخری قسط).......**اصلاحی مجلس**: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب ۴۳

اہلِ علم کو وقت کے ضیاع اور فضول اختلاط سے بچنے کی ضرورت (**بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس**)...مفتی محمد رضوان ۴۶

علم کے مینار...........سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۲۸).............مفتی محمد امجد حسین ۴۷

تذکرۂ اولیاء: .... ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط ۹).................// // ۵۰

پیارے بچو! .... نیکی کا بدلہ...........................ابو فرحان ۵۴

بزمِ خواتین .... شرم وحیا (دوسری وآخری قسط)...........................مفتی ابو شعیب ۵۶

آپ کے دینی مسائل کا حل... قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی لازم ہونے کا ثبوت..ادارہ ۵۹

کیا آپ جانتے ہیں؟............. سوالات وجوابات.......ترتیب: مولانا ابرار حسین ستی ۸۸

عبرت کدہ .... حضرت لوط علیہ السلام (قسط ۶)...........................ابو جویریہ ۹۱

طب وصحت........... تل (JINJELI SEEDS)...........................حکیم محمد فیضان ۹۳

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز...........................مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........................ابرار حسین ستی ۹۷

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

سوئی گیس کی کمی کیسے ختم ہو؟

آج کل ملک میں سوئی گیس کی تاریخی لوڈ شیڈنگ جاری ہے، جس کے باعث ملکی معیشت پر بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے، اور بہت سے دیگر مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

اس تاریخ ساز گیس کی لوڈ شیڈنگ سے نجات کیونکر حاصل کی جائے اور سوئی گیس کی لوڈ شیڈنگ کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نئے مسائل ومصائب سے کیونکر خلاصی پائی جائے، اس کے لئے ہم اختصار کے ساتھ چند تدابیر ذکر کرتے ہیں، جن میں سے بعض کا تعلق حکومت سے اور بعض کا عوام سے اور بعض کا دونوں طبقوں سے ہے۔

(۱)......بجلی کی طرح سوئی گیس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا کردہ قدرتی نعمت ہے، اور ایک مسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے ہم پر لازم ہے کہ ہم اس نعمت کا شکر ادا کریں، کیونکہ ایک تو بذاتِ خود نعمت پر منعم (نعمت دہندہ) کا شکر ادا کرنا لازم ہے، اور دوسرے شکر کی خاصیت وتاثیر یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس نعمت میں برکت واضافہ فرماتے ہیں۔

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ

’’اگر تم شکر کروگے تو میں ضرور (نعمت) زیادہ کروں گا‘‘

پس سوئی گیس کی نعمت پر شکر کرنا اس کی کمی کو دور کرنے کی بہت موثر تدبیر ہے۔

(۲)......بحیثیت مسلمان ہونے کے سوئی گیس کی قلت ختم کرنے کی ایک مؤثر تدبیر یہ ہے کہ گناہوں سے فوری توبہ واستغفار کیا جائے، کیونکہ گناہوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محرومی لازم آتی ہے، اور آج کل مختلف قسم کے گناہوں کی بہتات ہے۔

(۳)......بحیثیت مسلمان ہونے کے سوئی گیس کی قلت دور کرنے کی ایک موثر واعلیٰ تدبیر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوئی گیس کی قلت دور کرنے کی دعا کی جائے، کیونکہ دعا اعلیٰ تدبیر کا درجہ رکھتی ہے۔

(۴)......سوئی گیس کی قلت کو دور کرنے کی چوتھی تدبیر یہ ہے کہ عملی طور پر سوئی گیس ’’بوقتِ ضرورت اور

Idara Ghufran

بقدرِضرورت'' کے اصول کے مطابق استعمال کریں۔

بدقسمتی سے ہمارے یہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ضیاع کا جوسلسلہ جاری ہے، اس سے سوئی گیس کا شعبہ بھی محفوظ نہیں، جس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے یہاں بہت سے گھرانے ایسے ہیں جہاں چوبیس گھنٹے سوئی گیس کے ضیاع کا عمل جاری رہتا ہے، ایک ماچس کی تیلی جلانے کی زحمت سے بچنے کے لئے چولہوں اور ہیٹروں کو ہلکی رفتار (پائلٹ وغیرہ) پر چلتے ہوئے چھوڑ دیا جاتا ہے، اور ضرورت پوری ہونے کے بعد بند کرنے کی زحمت گوارا ہی نہیں کی جاتی۔

اسی طرح بعض گھرانوں میں سردی اور گرمی کے موسم میں بلاتفریق پانی گرم کرنے کے لئے گیزر مکمل رفتار پر چلا کر چھوڑ دیا جاتا ہے، اور جتنی مقدار میں پانی گرم ہوتا ہے، اور سوئی گیس خرچ ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں گرم پانی کا استعمال بہت کم ہوتا ہے۔

اولاً تو گیزر کو ہلکی رفتار پر رکھ کر بھی ضرورت پوری کی جاسکتی ہے، دوسرے جب کہیں سفر پر یا لمبے وقت کے لئے کہیں جانا ہو اور اس دوران گرم پانی کے استعمال کی ضرورت پیش نہ آئے، گیزر کو بند کرنے، یا اس کو انتہائی ہلکی رفتار پر رکھنے میں کوئی مانع نہیں ہونا چاہئے۔

اسی طرح رات کو سونے سے پہلے بھی گیزر بند کردینا (یا کم اور ہلکا کردینا) اور صبح ضرورت کے وقت چلا لینا یا رفتار بڑھا لینا ممکن ہے، مگر ان چیزوں کی طرف شاید ہی کسی کی توجہ ہوتی ہو۔

رہا یہ سوال کہ بند یا کم کرنے کے بعد ضرورت پڑنے پر فوری طور پر پانی گرم نہیں مل سکے گا، تو یہ سوال زیادہ وقعت نہیں رکھتا، کیونکہ تھوڑی دیر پہلے چلا کر بھی ضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔

آخر جب تک سوئی گیس گھروں میں نہیں آئی تھی، یا جن گھرانوں میں آج بھی موجود نہیں ہے، وہ بھی تو ضرورت پڑنے پر لکڑیاں وغیرہ جلا کر پانی گرم کرنے کا انتظام کرتے ہی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ہماری معاشرت کے مدتِ دراز سے بگڑے ہوئے ہونے اور اسی ماحول میں تربیت و پرورش پانے کے نتیجہ میں ہمیں آج اس قسم کے امور کی طرف قطعاً توجہ ہی نہیں۔

پھر جن لوگوں کو سوئی گیس خرچ کرنے کے نتیجہ میں بل کے اخراجات ادا کرنے پڑتے ہیں، ان کو تو سوئی گیس کے غیر ضروری استعمال کا کسی درجہ میں خیال بھی آجاتا ہے، وہ بھی اگرچہ کم لوگوں کو، بالخصوص غریب طبقے کو، لیکن جن لوگوں کو خود اپنی جیب سے بل ادا نہیں کرنا پڑتا، مثلاً سرکاری و نیم سرکاری ادارے

وہاں تو مالِ مفت دلِ بے رحم کی مثال صادق آتی ہے۔

حالانکہ اولاً تو اسلامی نقطۂ نظر سے کسی بھی نعمت کا کسی بھی شکل میں ضیاع فضول خرچی ہی ہے، اگر چہ اس کے نتیجہ میں بل بھی ادا نہ کرنا پڑے۔

دوسرے جن اداروں کے اخراجات بالواسطہ یا بلا واسطہ مجموعی طور پر عوام کے کاندھوں پر پڑتے ہیں، ان کا معاملہ ذاتی اخراجات سے بھی زیادہ کٹھن اور سنگین ہے، کیونکہ ان اداروں کے مال کا ضیاع اور اسراف دراصل مجموعی طور پر تمام متعلقہ عوام کی حق تلفی میں داخل ہے، جس کی تلافی آسان کام نہیں کیونکہ اولاً تو صاحبِ حقوق افراد کی تعداد ہی اتنی زیادہ ہے کہ ان کو شمار میں لانا مشکل ہے، دوسرے ان کا علم بھی نہیں کہ کون کون افراد ہیں۔

اسی طرح بعض اوقات کسی مقام سے ہمہ وقت گیس کی لیکج ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے گیس کی بڑی مقدار ضائع چلی جاتی ہے، اس کی اصلاح کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

(۵)...... بہت سے مقامات پر گیس کے میٹر سے پہلے پائپ لائن گیس کی لیکج ہوتی رہتی ہے، چنانچہ بکثرت راستوں اور گزرگاہوں پر سوئی گیس کی لائن سے گیس خارج ہوتی رہتی ہے، صارفین تو عموماً اس لئے بے فکر رہتے ہیں اور اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ ان کو اپنی جیب سے اس کا بل ادا نہیں کرنا پڑتا۔

اور متعلقہ اداروں کو اس سے آگاہ کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے، دوسری طرف متعلقہ اداروں اور محکموں میں بھی چوری اور حرام خوری کی وباء عام ہے، جس کی وجہ سے ان کو بھی اصلاح و درستگی کی توفیق نہیں ہوتی، اور بالخصوص سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ ادارہ کی جو ملک میں کارکردگی ہے، وہ انتہائی مایوس کن ہے، رشوت کی گرم بازاری اتنی زیادہ ہے کہ الامان والحفیظ۔

کام چوری اور لاپرواہی کے نتیجہ میں نہ تو کنکشن نصب کرتے وقت اس کا خیال کیا جاتا ہے اور نہ ہی بعد میں کسی کی طرف سے نظرِ ثانی واصلاح کا انتظام ہوتا۔

بہت سے مقامات پر سوئی گیس کی لوڈ شیڈنگ کا اصل سبب یہی ہے کہ صارفین تک پہنچنے سے پہلے راستوں میں ہی اتنی زیادہ مقدار میں گیس خارج ہوجاتی ہے، کہ صارفین کے گھروں تک پہنچتے پہنچتے اس کا پریشر ختم یا بالکل کمزور ہوجاتا ہے، جبکہ پیچھے سے سپلائی کا پریشر مکمل ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے یہاں سیوریج اور پائپ لائنوں کی تنصیب کا نظم اتنا فاسد اور خراب ہے کہ جس کی کوئی حد وانتہا ہی نظر نہیں آتی، درمیان میں جگہ جگہ سے لائنیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار اور باہم مخلوط ہیں۔

اس بدنظمی کی اصلاح و درستگی حکومت اور متعلقہ اداروں کی ذمہ داریوں میں داخل ہے، ورنہ وہ دنیا وآخرت کے اعتبار سے ملک وملت اور عطیۂ خداوندی کے مجرم شمار ہوں گے اور مؤاخذہ سے نہیں بچ سکیں گے۔

اسی کے ساتھ عوام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قسم کی شکایت سامنے آنے پر اپنی حسبِ قدرت متعلقہ اداروں کو آگاہ کریں۔

(۶)......ملک میں گیس کے موجود ذخائر کو حاصل کرنے اور ان سے مستفید ہونے کی مؤثر کوششیں بھی ضروری ہیں، جن میں ہمارے یہاں بہت سست رفتاری پائی جاتی ہے۔

حکومتی سطح پر اگر دیکھا جائے تو ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ دوررس اور طویل مدت منصوبہ بندی پر توجہ نہیں دی جاتی، اور اہم ترین امور پر بھی ''ڈنگ ٹپاؤ'' پالیسی اختیار کی جاتی ہے۔

گذشتہ دس سالوں کے دوران کئی مرتبہ پاکستان، افغانستان اور ازبکستان کے صدور نے مختلف معاہدات کے تحت اس عزم کو دہرایا کہ ازبکستان سے افغانستان کے راستے پاکستان کو گیس دی جائے گی مگر اس معاملہ میں عملی طور پر پیش رفت نہ ہوسکی۔

دوسری طرف چین نے ازبکستان سے سمجھوتہ کرکے گذشتہ دنوں پائپ لائن مکمل کرکے گیس حاصل کرنا شروع کردی ہے۔ اسی طرح ایران سے بھی گیس حاصل کرنے کے چرچے سالوں سے جاری ہیں مگر عملی طور پر کچھ نہیں ہوسکا۔

لہٰذا حکومتی سطح پر اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ جن اشیاء کے وسائل کم ہورہے ہیں ان کی بہتری کے لئے طویل مدتی منصوبہ بندی کی جائے اور اس پر مناسب پیشرفت کا عمل جاری رکھا جائے، ورنہ ہمارا حال آج جو پانی کے حوالے سے ڈیم نہ بنانے کے باعث ہورہا ہے کہ خشک سالی کا شکار ہورہے ہیں اسی طرح کل گیس اور آنے والے دنوں میں مزید کسی اور چیز کا بحران سر اٹھا سکتا ہے۔

ہم نے اختصار کے طور پر چند تدابیر ذکر کی ہیں۔ امید ہے کہ سرِدست ان تدابیر کو بروئے کار لانے سے سوئی گیس کی جاری لوڈشیڈنگ اور قلت سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۶۴ آیت۱۰۴،۱۰۵)   مفتی محمد رضوان

یہود کی نبی ﷺ کے حق میں گستاخی اور مسلمانوں کے لئے تعلیم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا. وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! (نبی کو خطاب کرتے وقت) راعنا مت کہا کرو، بلکہ انظرنا کہا کرو، اور (توجہ سے) سنا کرو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے(۱۰۴)

تفسیر وتشریح

مدینہ منورہ میں رہنے والے بعض یہودیوں کی ایک شرارت یہ تھی کہ وہ جب حضور ﷺ سے ملتے تو آپ سے کہتے تھے ''راعنا'' عربی میں اس کے معنیٰ یہ ہیں ''ہمارے رعایت فرمایئے'' اس لحاظ سے یہ لفظ ٹھیک تھا، اور اس میں گستاخی کے کوئی معنیٰ نہیں تھے۔

لیکن عبرانی زبان میں جو یہودیوں کی مذہبی زبان تھی، اس سے ملتا جلتا ایک لفظ بددعا اور گالی کے طور پر استعمال ہوتا تھا، نیز اگر اسی لفظ میں ''عین'' کو ذرا کھینچ کر بولا جائے تو وہ ''راعینا'' بن جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ''ہمارے چرواہے''

غرض یہودیوں کی اصل نیت اس لفظ کو خراب معنیٰ میں استعمال کرنے کی تھی، لیکن چونکہ عربی میں بظاہر اس کا مطلب ٹھیک تھا، اس لئے بعض مخلص مسلمانوں نے بھی یہ لفظ بولنا شروع کردیا۔

یہودی اس بات سے بڑے خوش ہوتے اور اندر اندر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے، اس لئے اس آیت نے مسلمانوں کو اس شرارت پر متنبہ کردیا، آئندہ اس لفظ کے استعمال پر پابندی بھی لگادی، اور یہ سبق بھی دے دیا کہ ایسے الفاظ کا استعمال مناسب نہیں ہے، جس میں کسی غلط مفہوم کا احتمال ہو، یا ان سے کوئی غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہو۔

نیز اگلی آیت میں یہودیوں کے اس عناد کی اصل وجہ بھی آرہی ہے کہ درحقیقت ان کو یہ حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نعمت حضور ﷺ کو کیوں عطا فرمادی ہے۔

کفار کی مشابہت اور مسئلہ سدِ ذرائع

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کے قول اور فعل میں مشابہت جائز نہیں۔

اور جس لفظ کے استعمال سے فاسد اور غلط معنیٰ کا ایہام اور شبہ ہوتا ہو، اس کا استعمال نہ کرنا چاہئے، اگر چہ استعمال کرنے والے کی نیت صحیح ہی کیوں نہ ہو۔

اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر اپنے کسی جائز فعل سے دوسروں کو ناجائز کاموں کی گنجائش ملتی ہو، تو یہ جائز فعل بھی اس کے لئے جائز نہیں رہتا۔

جیسے اگر کسی عالم کے جائز فعل سے جاہلوں کو مغالطہ میں پڑنے اور ناجائز کاموں میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اس عالم کے لئے اس جائز فعل سے بچنے کا حکم ہو جائے گا، بشرطیکہ یہ فعل شرعاً ضروری اور مقاصدِ شرعیہ میں سے نہ ہو۔

اس کی مثالیں قرآن وسنت میں بہت ہیں، اس کی ایک دلیل حضور ﷺ کا وہ ارشاد ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کی تعمیر جو قریش نے زمانۂ جاہلیت میں کی تھی، اس میں بعض چیزیں بناءِ ابراہیمی کے خلاف کر دی ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو منہدم کر کے از سرِ نو بناءِ ابراہیمی کے مطابق بنا دوں، لیکن اس سے ناواقف عوام کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے (معارفین بتغیر)

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی اشارۃً اور کنایۃً کسی طرح بھی تحقیر جائز نہیں (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

۱؎ نهى الله تعالى المؤمنين أن يتشبهوا بالكافرين فى مقالهم وفعالهم، وذلک أن اليهود كانوا يُعَانُون من الكلام ما فيه تورية لما يقصدونه من التنقيص -عليهم لعائن الله -فإذا أرادوا أن يقولوا :اسمع لنا يقولون :راعنا .يورون 2)) بالرعونة، كما قال تعالى :(مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلا يُؤْمِنُونَ إِلا قَلِيلا) (النساء 46 :) وكذلک جاء ت الأحاديث بالإخبار عنهم، بأنهم كانوا إذا سَلَّموا إنما يقولون :السامُ عليكم .والسام هو :الموت .ولهذا 3)) أمرنا أن نرد عليهم بـ "وعليكم ."وإنما يستجاب لنا فيهم، ولا يستجاب لهم فينا.

والغرض :أن الله تعالى نهى المؤمنين عن مشابهة الكافرين قولا وفعلا .فقال :(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ)(تفسير ابنِ كثير تحت آيت ۱۰۴ من سورة البقرة)

یہودیوں کا مسلمانوں سے عناد کا ایک سبب

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ. وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ. وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ(۱۰۵)

ترجمہ: جولوگ کافر ہیں، اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکوں میں سے وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر (کی بات) نازل ہو۔ حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے لئے خاص فرمالیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے (۱۰۵)

تفسیر وتشریح

اہلِ کتاب بشمول یہودیوں کو اور مشرک کافروں کو مسلمانوں سے اس وجہ سے حسد وعناد تھا کہ نبوت ہمارے لوگوں کے بجائے نبی ﷺ کو کیوں دی گئی، اور اس وجہ سے بھی کہ مسلمانوں کو جو شریعت دی گئی ہے، وہ ہمارے مذہب سے زیادہ کامل ہے۔

اور اسی وجہ سے جب کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا حکم نازل ہوتا تھا، تو ان کو بہت تکلیف ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اپنی رحمت سے خاص فرمائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل کی تقسیم وتخصیص پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خطبات وسوانح کا مجموعہ

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سوانح وافکار

مؤلف

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نماز میں خشوع وخضوع کی فضیلت واہمیت (قسط۱)

خشوع دل کے جھکاؤ اور تواضع وعاجزی کو کہا جاتا ہے، اور خشوع کا اصل مرکز انسان کا دل ہے، اور جب دل میں خشوع ہوتا ہے تو جسم کے ظاہری اعضاء میں بھی اس کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے، جس کو بعض اوقات خضوع سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ [۱]

خشوع اور خضوع دونوں لفظ تقریباً ہم معنیٰ ہیں، البتہ خشوع کا بنیادی تعلق دل کے ساتھ ہے، اگرچہ اس کے آثار جسم کے ظاہری اعضاء (خاص کر آواز، آنکھوں وغیرہ) پر بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ [۲]

اور خضوع کا لفظ عام طور پر بدن کی تواضع اور انکساری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ [۳]

---

۱ والخشوع محلهٗ القلب فاذا خشع خشعت الجوارح كلها مخشوعة اذ هو ملكها (تفسير قرطبى)

۲ اسی لیے خشوع کا لفظ اصل کے اعتبار سے اُس آواز اور نگاہ کی پستی اور ذلت کے لئے بھی بولا جاتا ہے، جو کہ مصنوعی نہ ہو بلکہ دل کے خوف اور تواضع کا نتیجہ ہو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ (سورة طٰهٰ آيت نمبر ۱۰۸) ”آوازیں پست ہوگئیں“

۳ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ”پس ان کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں“

والخشوع قريب من الخضوع الا ان الخضوع فى البدن والخشوع فى القلب والبدن والبصر والصوت (تفسير البغوى، تحت سورة مؤمنون)

خشوع اور خضوع کے معنیٰ میں اور اقوال بھی ہیں۔

الفرق بين الخشوع والخضوع :أن الخشوع على ما قيل فعل يرى فاعليه أن من يخضع له فوقه وأنه أعظم منه، والخشوع فى الكلام خاصة والشاهد قوله تعالى "وخشعت الاصوات للرحمن وقيل هما من أفعال القلوب وقال إبن دريد :يقال خضع الرجل للمرأة وأخضع إذا ألان كلامه لها قال والخاضع المطأطء رأسه وعنقه وفى التنزيل "فظلت أعناقهم لها خاضعين وعند بعضهم أن الخشوع لا يكون إلا مع خوف الخاشع المخشوع له ولا يكون تكلفا ولهذا يضاف إلى القلب فيقال خشع قلبه وأصله البس ومنه يقال قف خاشع للذى تغلب عليه السهولة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

قرآن وسنت میں جہاں خشوع کا ذکر کیا گیا ہے اوراس کی ترغیب دی گئی ہے اس سے مراد دل کا سکون اورانکساری ہے، جواللہ تعالیٰ کی عظمت اوراس کے سامنے اپنے حقیر ہونے کے علم سے پیدا ہوتا ہے۔ اوردل کے سکون سے ایسا سکون مراد ہے کہ جس کے نتیجے میں غیرُ اللہ کا خیال دل میں اپنے ارادہ سے نہ لائے، اور بدن کے اعضاء میں بھی سکون ہو کہ فضول اور بے کار حرکتیں نہ کرے۔ [۱]

اورخشوع کے آثار جسم پر بھی ظاہر ہونے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے جسم باادب، متواضع اورشکستہ دل نظر آتا ہے، لیکن کیونکہ خشوع کا بنیادی تعلق دل کے ساتھ ہے، اوراس کا اصل مرکز دل ہے، اس لئے اگر کسی کے دل میں خشوع کی حقیقت موجود نہ ہو، توظاہری طور پر خشوع کے آثار پائے جانے پر خشوع کی اصل فضیلت سے محروم رہے گا، اوراسی وجہ سے خشوع کے آثار کا قصداً اظہار کرنا بھی پسندیدہ نہیں، کیونکہ دل میں خشوع ہونے کی صورت میں اس کے آثار خودبخود جسم پر ظاہر ہوا کرتے ہیں، جن کے لئے تکلف کی ضرورت نہیں ہوتی۔

نماز میں خشوع اختیار کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ . الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (سورة المؤمنون آيت نمبر ۱ و ۲)

ترجمہ: کامیاب ہوگئے وہ ایمان والے جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والخضوع هو التطامن والتطأطوء ولا يقتضى أن يكون معه خوف، ولهذا لا يجوز إضافته إلى القلب فيقال خضع قلبه وقد يجوز أن يخضع الانسان تكلفا من غير أن يعتقد أن المخضوع له فوقه ولا يكون الخشوع كذلک، وقال بعضهم الخضوع قريب المعنى من الخشوع إلا أن الخضوع فى البدن والاقرار بالاستجداء والخشوع فى الصوت.

الفرق بين الخشوع والخضوع :قال الفيروز آبادى :الخشوع :الخضوع أو قريب من الخضوع أو هو فى البدن.والخشوع فى الصوت والبصر.وقال صاحب المحكم :خشع يخشع خشوعا، وتخشع رمى ببصره نحو الارض، وخفض صوته.وقيل :الخشوع قريب من الخضوع إلا أن الخضوع فى البدن والخشوع فى الصوت والبصر، لقوله تعالى " :خاشعة أبصارهم وقوله ":وخشعت الاصوات للرحمن "انتهى.

قلت :ويناسب التفسير الاول عبارة الدعاء فى طلب التوبة فى الصحيفة الشريفة " :فمثل بين يديک متضرعا، وغمض بصره إلى الارض متخشعا "وقال البيضاوى :الخشوع :الاخبات، والخضوع :اللين والانقياد ولذلک يقال :الخشوع بالجوارح والخضوع بالقلب(الفروق اللغويه ج ۱ ص ۲۱۶)

[۱] سئل ذو النون عن الخشوع فى الصلاة فقال :إجماع الهمم فى الصلاة للصلاة حتى لا يكون له شغل سواه (شعب الإيمان -البيهقى حديث نمبر ۳۱۶۸)

اور قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (سورہ بقرۃ آیت ۴۵،۴۶)

ترجمہ: ''اور بے شک وہ نماز دشوار ہے، مگر خشوع والوں پر (دشوار نہیں) اور خشوع والے وہ لوگ ہیں، جو خیال رکھتے ہیں، اس کا کہ وہ بے شک اپنے ربّ کی طرف واپس جانے والے ہیں'' (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے دلوں میں خشوع ہوتا ہے، ان پر نماز شاق اور گراں تو کیا ہوتی، ان کے لیے تو نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی فرحت، مسرّت اور خوشی کا باعث ہوتی ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ": أَوَّلُ مَا يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْخُشُوعُ." (المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۷۰۳۳، مسند الشاميين للطبرانی حديث نمبر ۲۵۷۰، اخبارِ اصبهان حديث نمبر ۱۹۷۸، ورواه الاحمد فی مسنده رقم الحديث ۲۳۹۹۰، و الحاكم فی المستدرک حديث نمبر ۳۳۸، والنسائی فی السنن الكبریٰ، حديث نمبر ۵۹۰۹ والطحاوی فی مشكل الآثار موقوفاً) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں سے سب سے پہلی چیز جو اٹھائی جائے گی، وہ خشوع ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن النبی صلى الله عليه وسلم قال : أول ما يرفع من هذه الأمة الخشوع حتى لا يرى فيه خاشعا (مسندالشاميين للطبرانی حديث نمبر ۱۵۴۹) [2]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس امت سے سب سے پہلی چیز جو اٹھائی جائے گی، وہ خشوع ہے، یہاں تک کہ اس امت میں کوئی شخص خشوع والا نظر نہیں آئے گا (ترجمہ ختم)

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الكبير وفيه عمران بن داود القطان ضعفه ابن معين والنسائی ووثقه أحمد وابن حبان. (مجمع الزوائد، ج۲ ص۱۳۶، باب الخشوع)

[2] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الكبير واسناده حسن. (مجمع الزوائد، ج۲ ص۱۳۶، باب الخشوع)

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

لَأُحَدِّثَنَّکَ بِأَوَّلِ عِلْمٍ يُرْفَعُ مِنْ النَّاسِ الْخُشُوعُ يُوشِکُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَلَا تَرَى فِيهِ رَجُلًا خَاشِعًا (ترمذی، حدیث نمبر ۲۵۷۷، کتاب العلم، باب ما جاء فی ذهاب العلم، واللفظ لهٗ،دارمی، حدیث نمبر ۲۹۴، کتاب المقدمة، باب من قال العلم الخشية وتقوى الله)

ترجمہ: میں آپ سے اس اول علم کے بارے میں حدیث بیان کروں گا کہ جو لوگوں سے اٹھایا جائے گا، وہ خشوع ہوگا، قریب ہے کہ آپ جماعت والی مسجد میں داخل ہوں، تو آپ کو ایک بھی خشوع والا شخص نظر نہ آئے (ترجمہ ختم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

أَوَّلُ مَا تَفْقِدُونَ مِنْ دِينِكُمَ الْخُشُوعُ ,وَآخِرُ مَا تَفْقِدُونَ مِنْ دِينِكُم الصَّلَاةُ(مصنف ابنِ ابی شيبة، حديث نمبر ۳۵۹۵۴، كتاب الزهد، زهد الصحابة رضى الله عنهم ، باب كلام حذيفة رضى الله عنه ،الزهد لأحمد بن حنبل حديث نمبر ۱۰۱۲ ،حلية الاولياء، ج ۱ ،تحت ترجمة حذيفة بن اليمان،مستدرک حاکم حديث نمبر ۸۵۸۱وقال الحاكم :هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه،تعليق الذهبى فى التلخيص :صحيح، الابانة الكبرىٰ لابنِ بطة حديث نمبر ۸)

ترجمہ: سب سے پہلی چیز جو تمہارے دین سے نکلے گی، وہ خشوع ہے، اور سب سے آخری چیز جو تمہارے دین سے نکلے گی، وہ نماز ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ دین میں سب سے پہلے خشوع کی نعمت رخصت ہوگی، اور سب سے آخر میں نماز کی نعمت سے محرومی ہوگی۔

اور ایسی بات اپنی عقل کی بنیاد پر کہنا مشکل ہے، اس لئے اس روایت کو مرفوع حدیث کا حکم حاصل ہے، بالخصوص جبکہ اس کی تائید دوسری مرفوع وموقوف روایات سے بھی ہوتی ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل شىء عمود وعمود الدين الصلاة وعمود الصلاة الخشوع وخيركم عند الله أتقاكم (مسند الربيع ،حديث نمبر ۲۸۵، باب فى فضل الصلاة وخشوعها)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ستون ہوتا ہے، اور دین کا (اہم) ستون نماز

ہے، اور نماز کا ستون خشوع ہے، اور تم میں اللہ کے نزدیک بہتر وہ ہے، جو زیادہ تقویٰ والا ہو(ترجمہ ختم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی ا للّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ یَرْفَعُونَ أَبْصَارَھُمْ إِلَی السَّمَاءِ فِی صَلَاتِہِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُہُ فِی ذٰلِکَ حَتَّی قَالَ لَیَنْتَہُنَّ عَنْ ذٰلِکَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُھُمْ (بخاری، حدیث نمبر ۷۵۰،کتاب الاذان، بَاب رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَی السَّمَاءِ فِی الصَّلَاۃِ ، سنن نسائی حدیث نمبر ۱۱۹۲)

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ وہ اپنی نظریں نماز میں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں، نبی علیہ السلام نے یہ بات بہت شدت کے ساتھ بیان فرمائی،اور یہاں تک فرمایا کہ یا تو لوگ اس سے باز آجائیں،ورنہ ان کی آنکھیں اُچک لی جائیں گی(ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر آسمان کی طرف نظر اٹھانا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے،اوراس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نظر کو سلب فرما سکتے ہیں،العیاذ باللہ تعالیٰ۔ [۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی ا للّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ الِالْتِفَاتِ فِی الصَّلَاۃِ فَقَالَ ھُوَ اخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُہُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلَاۃِ الْعَبْدِ (بخاری، حدیث نمبر ۷۰۹، کتاب الاذان، باب الالتفات فی الصلاۃ)

ترجمہ: میں نے رسول علیہ السلام سے نماز میں اِدھر اُدھر(چہرہ کرکے) متوجہ ہونے کے بارے میں سوال کیا،تو رسول اللہ علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ اُچکنے(اورسلب کرنے) کا فعل ہے،شیطان بندہ کی نماز سے اُچک لیتا ہے(ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ نماز میں اِدھر اُدھر چہرہ کرکے دیکھنے کا فعل شیطان کی طرف سے ہے، جواس کے ذریعہ

---

[۱] وإلا فرفع الأبصار مطلقا فی الصلاۃ مکروہ أو لتخطفن أی لتسلبن أبصارھم إن لم ینتھوا عن ذلک قیل أو لتخطفن عطف علی لینتھین تردد بین الانتہاء عن الرفع وما ھو کاللازم لنقیضہ والمعنی واللہ لینتھین أقوام عن الرفع أو لتسلبن أبصارھم لأن ذلک یوھم نسبۃ العلو المکانی إلی اللہ تعالی تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا(مرقاۃ، کتاب الصلاۃ، باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاۃ)

سے بندہ کی نماز سے اُچک لیتا ہے،اوراس کی نماز کی نورانیت وقبولیت کوختم کردیتا ہے۔ ؎۱

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ -صلى الله عليه وسلم - لاَ يَزَالُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلاً عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِى صَلاَتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ (ابوداؤد، حدیث نمبر ۹۱۰، کتاب الصلاۃ، باب الالتفات فی الصلاۃ،واللفظ لہٗ، سنن نسائی حدیث نمبر ۱۱۹۴، مسند احمد حدیث نمبر ۲۱۵۰۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل بندہ پراس کی نماز میں برابر(بنظرِ رحمت) توجہ فرماتے رہتے ہیں، جب تک کہ وہ اِدھراُدھر متوجہ نہ ہو، پھر اگر بندہ ادھر ادھر متوجہ ہوتا ہے،تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنی نظرِ رحمت کو ہٹا لیتے ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلاَّ عُشْرُ صَلاَتِهِ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا (ابوداؤد حدیث نمبر ۷۹۶، کتاب الصلاۃ،

؎۱ وعن عائشة قالت سألت رسول الله عن الإلتفات فى الصلاة أى بطرف الوجه فإنه مكروه وأما الإلتفات بطرف العين فلا بأس به وإن كان خلاف الأولى وأما إذا التفت بحيث تحول صدره عن القبلة فصلاته باطلة بالاتفاق وقيل من التفت يمينا وشمالا ذهب عنه الخشوع المتوقف عليه كمال الصلاة عند أكثر العلماء أو صحتها عند بعض وفى خبر لا يزال الله مقبلا على العبد فى صلاته ما لم يلتفت فإذا التفت انصرف عنه فقال هو أى الإلتفات اختلاس افتعال من الخلس وهو السلب أى استلاب وأخذ بسرعة وقيل شيء يختلس به يختلسه الشيطان أى يحمله على هذا الفعل من صلاة العبد أى يختلسه من كمال صلاة العبد أو لأجل نقصان صلاته قال المظهر من التفت يمينا وشمالا ولم يحول صدره عن القبلة لم تبطل صلاته لكن الشيطان يسلب كمال صلاته وإن حوله بطلت قال ابن حجر ونص فى هذا المعنى قوله عليه الصلاة والسلام لا يزال الله مقبلا على العبد فى صلاته ما لم يلتفت فإذا التفت انصرف عنه وهو كناية عن عدم مواجهة الرحمة وقيل يحرم أن تعمده لغير حاجة مع علمه بالخبر وقد جاء فى خبر مسلم أنه عليه الصلاة والسلام لما اشتكى وصلوا وراء ه وهو قاعد التفت إليهم فرآهم قياما فأشار إليهم الحديث وصح أيضا أنه عليه الصلاة والسلام جعل يلتفت وهو يصلى الصبح إلى الشعب لإرساله فارسا إليه من أجل الحرس ولا بأس بلمح العين من غير التفات للخبر الصحيح أنه عليه الصلاة والسلام كان يلتفت يمينا وشمالا ولا يلوى عنقه خلف ظهره نعم الأولى ترك ذلك وفعله عليه الصلاة والسلام لبيان الجواز متفق عليه (مرقاة، كتاب الصلاة، باب ما لا يجوز من العمل فى الصلاة)

Idara Ghufran

باب ما جاء فی نقصان الصلاۃ)

ترجمہ: آدمی اپنی نماز پڑھ کر فارغ ہوتا ہے، اوراس کے لئے اس کی نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے، یا نواں حصہ، یا آٹھواں حصہ، یا ساتواں حصہ، یا چھٹا حصہ، یا پانچواں حصہ، یا چوتھائی حصہ، یا تہائی حصہ، یا نصف حصہ لکھا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ نماز کا ثواب حاصل ہونے میں سب لوگ برابر نہیں، بلکہ مختلف ہیں، اور ہر شخص کو حسبِ حیثیت کامل وناقص نماز کا ثواب ملتا ہے۔

پس جس کی نماز میں جس درجہ کے خشوع کی کمی ہوتی ہے، اسی درجے کے ثواب میں بھی کمی کردی جاتی ہے۔ ۱

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا قَـامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصَى فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ (ترمذی، حدیث نمبر ۳۴۶، ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی کراھیة مسح الحصی فی الصلاۃ، واللفظ لہٗ، نسائی حدیث نمبر ۱۱۹۰، باب النھی عن مسح الحصی فی الصلاۃ، ابوداؤد، حدیث نمبر ۹۴۶، کتاب الصلاۃ، باب فی مسح الحصی فی الصلاۃ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۱۳۳۰)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو، تو وہ کنکریوں کو نہ چھوئے، کیونکہ (نماز میں) اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

کنکریوں کو چھونا جس کا موقع سجدہ کی حالت ہے، نماز کے خشوع کے خلاف تھا، اس لئے اس سے منع کیا گیا، اوراس کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نمازی کی طرف متوجہ ہوتی ہے، تو بندہ کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی توجہ کو کنکریوں وغیرہ کی طرف مشغول کرے۔ ۲

---

۱ (إن الرجل لينصرف) من الصلاة (وما كتب له) من الثواب (إلا عشر صلاته تسعها) بضم التاء أوله وهو وما بعده بدل مما قبله بدل تفصيل (ثمنها سبعها سدسها خمسها ربعها ثلثها نصفها) أراد أن ذلك يختلف باختلاف الأشخاص بحسب الخشوع والتدبر ونحو ذلك مما يقتضي الكمال (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ۱۹۷۸)

۲ (إذا قام أحدكم الى الصلاة) أى دخل فيها (فإن الرحمة تواجهه) أى تنزل به وتقبل عليه (فلا يمسح) حال الصلاة ندبا (الحصى) ونحوه الذى بمحل سجوده لأنه ينافى الخشوع (التيسير بشرح الجامع الصغير للمناوى ، حرف الهمزة)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ :سَوُّوا صُفُوفَكُمْ ، وَأَحْسِنُوا رُكُوعَكُمْ وَسُجُودَكُمْ(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،حدیث نمبر ۳۵۶۰، کتاب الصلاۃ،مَا قَالُوا فِي إِقَامَةِ الصَّفِّ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کرو، اور اپنے رکوع اور سجدوں کو اچھا کرو(ترجمہ ختم)

رکوع اور سجدوں کو اچھا کرنے میں خشوع اور خضوع دونوں داخل ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَسْوَءَ النَّاسِ سَرِقَةً اَلَّذِیْ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالُوْایَارَسُوْلَ اللہِ وَکَیْفَ یَسْرِقُهَا قَالَ لَایُتِمُّ رُکُوْعَهَاوَلَاسُجُوْدَهَا (مسند احمد حدیث نمبر ۱۱۱۰۶ واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شیبة، سنن دارمی، المعجم الکبیر للطبرانی ،مستدرک حاکم) [۱]

ترجمہ : بے شک بدترین چوری کرنے والا وہ شخص ہے جو اپنی نماز میں سے چوری کرے۔صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!(نماز میں سے) کس طرح چوری کرے گا؟ ارشاد فرمایا: اس کا رکوع اور سجدے پوری طرح ادا نہ کرے(ترجمہ ختم)

عام طور پر نماز کے رکوع اور سجدوں میں انسان جلد بازی کرتا ہے، اس لئے ان کا ذکر آ گیا، ورنہ ہر رکن کو خشوع وخضوع اور سکون کے ساتھ ادا کرنا چاہئے ،اور کسی بھی رکن کی حق تلفی وچوری سے بچنا چاہئے۔

بہرحال جتنا نماز میں خشوع کامل ہوتا ہے، اتنا ہی ثواب بھی کامل حاصل ہوتا ہے، اور جتنا خشوع کم ہوتا چلا جاتا ہے، اتنا ہی ثواب کم ہوتا چلا جاتا ہے، اور بعض اوقات گناہ بھی لازم آ جاتا ہے۔ [۲] (جاری ہے......)

---

[۱] قال الهيثمی:رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبَرَانِیُّ فِی الْکَبِیرِ وَالْأَوْسَطِ وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِیحِ (مجمع الزوائد ج۲ ص ۱۲۰ ، باب ماجاء فی الرکوع والسجود)

[۲] من صلی صلاۃ مقبلا علیها حتی وفاها خشوعها وقیامها وقراء تها ورکوعها وسجودها وسائر ما ینبغی له أن یأتی به فیها من فرائضها ومن سننها ومن الإقبال علیها وترک التشاغل بغیرها عنها کان جزاؤہ علیها أکثر من جزائه لو صلاها علی خلاف ذلک من ترک الخشوع فیها وبالتشاغل بغیرها عنها حتی کان فیما أتی بها علیه ضدا لأحواله الأول التی ذکرناها مما هو محمود علیها ، وکان فی صلاته إیاها علی أحوال الحمد عاقلا لها وفی صلاته إیاها علی أحوال الذم غافلا عنها یجزی بمقدار عقله فیها خلاف ما یجزی علی أحواله فی غفلته عنها ومن هذا عندنا -والله أعلم (مشکل الآثار للطحاوی)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

درود شریف کے فضائل وآداب (چوتھی وآخری قسط)

مسئلہ ۱:...... جب کوئی حضور ﷺ کا ذکر کرے یا سنے تو اس پر درود شریف واجب ہو جاتا ہے۔

البتہ اگر ایک مجلس میں آپ ﷺ کا ذکر مبارک ایک سے زیادہ مرتبہ آئے، تو صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ جتنی مرتبہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک کرے، یا سنے، ہر مرتبہ پڑھے۔

محدثینِ کرام سے زیادہ آپ ﷺ کا ذکر کرنے والے اور کون لوگ ہو سکتے ہیں، ان کا ہر وقت کا مشغلہ ہی حدیثِ رسول ہے، جس میں ہر وقت آپ ﷺ کا بار بار ذکر آتا ہے۔

مگر تمام محدثین کا یہی دستور رہا ہے، کہ ہر مرتبہ درود وسلام پڑھتے اور لکھتے ہیں۔

انہوں نے اس کی بھی پروا نہیں کی کہ بار بار درود وسلام لکھنے سے کتاب کی ضخامت اور مواد کافی بڑھ جاتا ہے، کیونکہ اکثر تو چھوٹی چھوٹی حدیثیں آتی ہیں، جن میں ایک دو سطر کے بعد حضور ﷺ کا نامِ مبارک آتا ہے۔

اور بعض جگہ تو ایک سطر میں ایک سے زیادہ مرتبہ آپ ﷺ کے نامِ مبارک کا ذکر آتا ہے۔

مگر اس کے باوجود محدثینِ کرام درود وسلام کے لکھنے کو نہیں چھوڑتے (معارف القرآن؛ بتغیر، جلد ہفتم، صفحہ ۲۲۴، ص ۲۲۵، درذیل سورہ احزاب آیت ۵۶)

مسئلہ ۲:...... جس طرح زبان سے آپ ﷺ کا ذکرِ مبارک کرتے یا سنتے وقت زبانی درود واجب ہے، اسی طرح قلم سے لکھتے وقت بھی واجب ہے۔

اور جو لوگ لکھتے وقت اختصار کے پیشِ نظر چھوٹا سا ''ؐ'' یا ''صلعم'' وغیرہ لکھ دیتے ہیں، یہ کافی نہیں۔

مسئلہ ۳:...... آپ ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت اعلیٰ وافضل اور مستحب تو یہی ہے کہ درود اور سلام دونوں پڑھے یا لکھے جائیں، مثلاً ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھا یا لکھا جائے، جس میں کہ درود وسلام دونوں موجود ہیں۔

لیکن اگر کوئی شخص صرف درود پڑھ لے، تو اس سے بھی واجب ادا ہو جاتا ہے، اور بعض علماء کے نزدیک

صرف سلام پر اکتفاء کرنے سے بھی واجب ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ۳:...... نبی ﷺ کا اسم مبارک اگر خطبے میں آئے تو خطبہ سننے والوں پر درود پڑھنا واجب نہیں، اسی طرح اگر کوئی قرآن مجید کی قرأت سن رہا ہو، اور قرأت کے دوران حضور ﷺ کا نامِ نامی آئے تو بھی درود پڑھنا واجب نہیں۔

البتہ زبان کو حرکت دیئے بغیر اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینے میں حرج بھی نہیں۔

مسئلہ۴:...... اگر کوئی قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہے، اور کسی دوسرے کی زبان سے حضور ﷺ کا نامِ نامی سنے، تو بھی قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول آدمی پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں، البتہ اگر تلاوت سے فارغ ہو کر درود پڑھ لے، تو افضل ہے، اگرچہ واجب نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے، تو تلاوت کے دوران حضور ﷺ کا نام آئے، تو بھی تلاوت کرنے والے پر درود پڑھنا واجب نہیں، اور اسے اپنی تلاوت کا تسلسل جاری رکھنا افضل ہے، البتہ اگر تلاوت سے فارغ ہو کر درود پڑھ لے، تو افضل ہے، اگرچہ واجب نہیں (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، بعد آداب الصلاۃ، فروع قرء بالفارسیۃ اوالتوراۃ اوالانجیل)

مسئلہ۵:...... بعض لوگ حضور ﷺ کا نامِ نامی سن کر درود شریف کے بجائے ''حق یا نبی'' وغیرہ الفاظ کہتے ہیں، اور اسی کو حضور ﷺ کے نامِ نامی سننے کا جواب سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے۔

اور صحیح طریقہ یہی ہے کہ حضور ﷺ کے نام مبارک کے سننے پر سنت کے مطابق درود شریف ''**اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ**'' وغیرہ پڑھا جائے۔

مسئلہ۶:...... نماز کے آخری قعدہ میں درود شریف پڑھنا سنت ہے، اور اس کی وجہ سے درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی دعا قبول کی جاتی ہے۔

مسئلہ۷:...... اذان کے بعد درود شریف اور دعائے وسیلہ سنت ہے۔

مسئلہ۸:...... نمازِ جنازہ درحقیقت میت کے لئے دعا ہے، اور دعا کے آداب میں سے ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی جائے، پھر درود شریف پڑھا جائے، پھر دعا کی جائے، نمازِ جنازہ میں بھی یہی ترتیب سنت ہے۔

مسئلہ۹:...... جن مواقع پر درود شریف کا پڑھنا زیادہ فضیلت واہمیت کا باعث ہے، ان میں سے ایک

Iqra Ghufran

موقع جمعہ کے دن کا بھی ہے، چنانچہ احادیث وروایات میں جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کے مختلف فضائل آئے ہیں۔

مسئلہ ۱۰:...... احادیث سے ہر مجلس میں درود شریف پڑھنے کی فضیلت واہمیت بھی معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ ۱۱:...... دعا سے پہلے اور دعا کے درمیان اور آخر میں یا کم از کم اول وآخر میں درود شریف پڑھنا دعا کی قبولیت کا باعث ہے (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، بعد آداب الصلاۃ، فروع قرء بالفارسیۃ اوالتوراۃ اوالانجیل)

مسئلہ ۱۲:...... مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مسنون دعاؤں سے پہلے سلام کے بجائے درود پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے، اور اگر دونوں کو جمع کیا جائے، تو اس کی اور زیادہ فضیلت ہے، اور اگر درود کے بجائے سلام پڑھا جائے، تو اس کی بھی گنجائش ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''درود وسلام کے فضائل واحکام'')

مسئلہ ۱۳:...... جن مواقع پر درود وسلام کی زیادہ فضیلت ہے، ان میں سے ایک موقع حضور ﷺ کی قبر مبارک ہے، لہٰذا مدینہ منورہ آتے جاتے وقت اور دیگر اوقات میں جب بھی میسر ہو، قبر مبارک پر حاضر ہو کر ادب کے ساتھ درود وسلام پڑھنا چاہئے (ایضاً)

محدثین اور فقہائے کرام نے قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں مذکورہ مواقع کے علاوہ مزید چند مواقع پر بھی درود شریف کو سنت اور مستحب قرار دیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''درود وسلام کے فضائل واحکام'')

مسئلہ ۱۴:...... درود شریف کیونکہ عبادت ہے، اس لئے اس عبادت کو انجام دیتے وقت کوئی لغو اور فضول حرکت کرنا جو اس کی شان کے لائق نہ ہو، منع ہے، اور اسی وجہ سے فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور آواز بلند کرنا جہل ہے (فضائلِ درود شریف لشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ ص ۱۴۹، چوتھی فصل، فوائدِ متفرقہ کے بیان میں)

مسئلہ ۱۵:...... درود وسلام کے عمل میں مناسب اور افضل اور اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اور زیادہ اجر وثواب کا باعث یہی ہے کہ جن صیغوں کے ساتھ درود وسلام پڑھنا حضور ﷺ اور صحابۂ کرام سے منقول ہے، انہی صیغوں کے ساتھ درود وسلام پڑھا جائے، اور ان کے مقابلہ میں دوسرے صیغوں کے ساتھ درود وسلام کو افضل اور زیادہ اجر وثواب کا باعث نہ سمجھا جائے (درود وسلام کے مسنون وماثور صیغوں کے لئے ہماری کتاب ''درود وسلام کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

مقالات ومضامین

مفتی محمد امجد حسین

اِس دور کے چارہ گر کہاں ہیں؟ (قسط ۲)

ذیل میں چند آیات بینات ملاحظہ ہوں جو انسانی سوسائٹیوں، معاشروں اور مدنیتوں، قوموں اور ملتوں کے لئے جرم وسزا، عمل ورد عمل اور عروج وزوال کے سلسلے میں تعزیراتِ فطرت اور قانون خداوندی کے کچھ نمونے فراہم کرتے ہیں۔ ان کی وضاحت کر کے ہم حالات حاضرہ پر ان کے انطباق کا جائزہ لیں گے۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۶)

ترجمہ: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے عیش پرست لوگوں کو (ایمان اور اطاعت کا) حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ (اطاعت نہیں کرتے بلکہ) وہاں شرارت مچاتے ہیں تو ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے چنانچہ اس بستی کو ہم تباہ وغارت کر ڈالتے ہیں (ترجمہ ختم)

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ (سورۃ الانعام آیت ۶۵)

ترجمہ: آپ کہئے کہ اس پر وہ اللہ ہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے، یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے آپس میں بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل (نشانیاں) مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شائد وہ سمجھ جائیں (ترجمہ ختم)

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (سورۃ التوبۃ آیت ۲۴)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ و برادری اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت و بیوپار جس

میں کساد بازاری اور مندہ وگھاٹا ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزا کا) بھیج دیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ فاسق نافرمانوں کو مراد ومقصود تک نہیں پہنچاتا (ترجمہ ختم)

پہلی آیت میں مترفین کا لفظ آیا ہے جس سے مراد کسی بھی معاشرے اور قوم کے عیش پرست، دولت مند، خوشحال وفارغ البال لوگ ہوتے ہیں، آج کل کے محاورے میں طبقہ اشرافیہ، مراعات یافتہ لوگ، ایلیٹ کلاس (Elite Class) لوگ اسی میں داخل ہیں۔ حاصل آیت کا یہ ہے کہ معاشرے کے مالدار وعیش پرست لوگ، طبقہ اشرافیہ کے شرفاء وسرمایہ دار تکبر واتراہٹ میں مبتلا ہوکر، موج میلوں میں مست ہوکر سب سے پہلے، قوانین فطرت سے، احکامِ شریعت سے بغاوت کرتے ہیں۔ مصالح عامہ پر مبنی روایات و اقدار کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔ اپنی سفلی خواہشات کی تسکین کے لئے اخلاقی و قانونی حد بندیوں کو پھلانگتے ہیں پھر ان کا یہ بگاڑ وفساد اوپر سے نیچے کی طرف پوری سوسائٹی میں پھیلتا اور بڑھتا چلا جاتا ہے اور سارا معاشرہ سفلی خواہشات کی تکمیل کی راہوں پر پڑ جاتا ہے، اعلیٰ انسانی اقدار سے اور اخلاقی و مذہبی ضابطوں سے عمومی و مجموعی انحراف کو اپنا شیوہ بنالیتا ہے مجموعی بگاڑ واجتماعی فساد کی یہ صورتحال بذات خود عذاب (دنیوی) کا مرحلہ ہوتا ہے، اور وہ موقعہ ہوتا ہے کہ خداوند قہار کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آجاتی ہے۔ ایسے معاشروں میں پھر المیئے جنم لیتے ہیں، ہر روز طلوع ہونے والا سورج انحطاط و بگاڑ کی ایک نئی لہو رنگ داستان ماتھے پر رقم کئے طلوع ہوتا ہے اور ہر رات ظلمتِ شب سے سیہ پوش ہوکر بنی آدم کے عصیان وطغیان پر ماتم کناں ہوتی ہے۔ تب پھر زمین کا نقشہ بدل جاتا ہے، ملکوں اور علاقوں کے جغرافیے تبدیل ہونے لگتے ہیں۔ امن بدامنی سے، خیر شر سے، نعمت مصیبت سے، خوشحالی بدحالی سے اور اطمینان وسکون، اضطراب وبے چینی سے بدل جاتا ہے "كَذَالِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُو يَعْلَمُوْنَ" دوسری آیت میں دنیوی عذاب کی تین بڑی قسمیں ذکر فرمائی ہیں ایک "عَذَاباً مِّنْ فَوْقِكُمْ" یعنی اوپر سے عذاب، اس میں ایک تو آندھی، طوفان، پتھر برسنا، بجلیاں گرنا وغیرہ شامل ہیں۔ دوم ظالم اور شر سے بھرے ہوئے کرپٹ حکمران داخل ہیں (كما قال ابن عباس عذابا من فوقكم اى من الامراء، تفسير كبير للرازى، اى السلاطين الظلمة، تفسير معالم) دوسری "من تحت ارجلكم" یعنی نیچے سے آنے والا عذاب، زلزلہ، سیلاب وغیرہ اس میں داخل ہیں اور مجازاً سرکش وخودسر رعایا و نچلے طبقات کو شامل

ہے (کما قال ابن عباس من العبید والسفلہ. تفسیر کبیر) تیسری "یذیق بعضکم بأس بعض "، یعنی گروہ کو گروہ سے بھڑا دیا جائے۔ پارٹی بازی، جتھے بندی، قومیت، لسانیت، علاقائیت، فرقہ و مسلک کے اختلاف کی بنیاد پر باہم نزاع و اختلاف، ٹکراؤ و تصادم کی فضا قائم ہونا اور ایسی حالت ہو جانا کہ بقول شخصے انسان، انسان کا ملک الموت بنا دیا جائے یہ عذاب دوسرے آسمانی اور زمینی عذابوں سے گھٹ کر نہیں بلکہ کچھ بڑھ کر ہی ہے اس کا تجربہ عالمگیر سطح پر پچھلی صدی میں دو عظیم جنگوں کی صورت میں دنیا کر چکی ہے، اور بد قسمتی سے وطن عزیز مملکتِ خداداد پاکستان آج اس عذاب کی لپیٹ میں ہے۔

تیسری آیت میں ہماری دنیوی زندگی کے بڑے بڑے مشغلوں اور ترجیحات کا محاسبہ کیا گیا ہے، بیوی بچے، خاندان، برادری، تجارت، ملازمت، مال و دولت، جائیداد، پراپرٹیاں، مکانات و تعمیرات، ان سب چیزوں سے تعلق، دلچسپی اور وابستگی مقررہ شرعی حدود کے اندر ہو، اور اللہ و رسول کے احکامات کی بجا آوری کے ساتھ ہو تو یہ سب چیزیں عین نعمت و سعادت ہیں۔

اگر اللہ و رسول کے احکامات کو پسِ پشت ڈال کر مادی زندگی کے ان مختلف مظاہر کو مقصدِ زندگی بنایا جائے، اور پوری زندگی کو انہی کے گرد گھمایا جائے تو اس ذہنیت و طرزِ عمل، اور طرزِ زندگی پر اس آیت میں سزا (دنیا میں ہی پکڑ آ جانے) کی وعید اور دھمکی ہے کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بھی پکڑ اور عذاب آ سکتا ہے۔[1]

لمحہ فکریہ

ان آیات بیّنات کی روشنی میں اگر ہم اپنے اجتماعی حالات کا جائزہ لیں تو ہمیں بگاڑ و فساد اور نافرمانی و طغیان کے یہ مذکورہ بالا سب نقشے اپنی انفرادی و اجتماعی زندگیوں میں نظر آئیں گے اور جن المیوں سے ہم گزر رہے ہیں، جن مصائب کا شکار ہو رہے ہیں، جن مسائل میں مبتلا ہیں یہ سب اسی پکڑ اور گرفت کی مختلف شکلیں ہیں جن کی وعید ان آیات میں کچھ اعمال پر سنائی گئی ہے۔

آج کل مختلف چیزوں کی سروے رپورٹیں تیار ہوتی ہیں۔ مغربی مادہ پرستانہ تصورِ زندگی کی بنیاد پر مستقل ادارے، بہت بڑے بجٹ خرچ کر کے ملک ملک اور شہر شہر گھوم پھر کر نام نہاد انسانی حقوق، شہری

---

[1] یہ موضوع کچھ طویل ہے، ابھی کئی ایسی آیات بیّنات ہیں جن کے تناظر میں انسانی معاشروں کے فساد و بگاڑ اور عروج و زوال کے متعلق ربّانی قوانین اور فطرت کے اصول و ضابطے ہم نے سمجھنے ہیں اور اس آئینہ کی عکاسی میں اپنی زندگی کے گیسوئے برہم کو سنوارنا ہے لیکن ایک ذرا صبر! کہ آگے بڑھنے سے پہلے ایک طائرانہ جائزہ، ایک اچٹتی ہوئی نظر اپنی اجتماعی زندگی میں اپنی قوم کی مجموعی حالت پر بھی ڈال لیں۔ امجد

آزادیوں، کرپشن وبدانتظامی ترقی وپسماندگی وغیرہ کا جائزہ لیتے اور سروے کرتے ہیں پھر رپورٹیں شائع کرتے ہیں کہ فلاں ملک میں فلاں چیز، فلاں عمل کس درجہ پر ہے اور کون سے معاشرے میں کون سی چیز کا کیا گراف ہے، اسی طرح اگر ہم ایک مسلمان کی حیثیت سے دین ایمان کے تقاضوں، اسلام کے احکام، اور مسلمان کے رات دن کے مشاغل ومعمولات کے متعلق شریعت کی تعلیمات کا ایک اجمالی خاکہ ذہن میں رکھ کر ایک نوٹ بک لے کر اپنی مسلمان قوم، کلمہ گو بھائیوں کی انفرادی واجتماعی زندگی کا اوپر سے نیچے تک، حکام سے رعایا تک جائزہ لینے نکلیں، تھانہ وکچہری، گلی محلّہ، گھر، بازار، آفس، دوکان، عدالت و ہسپتال، پارلیمنٹ وایوان صدر، بینک وفیکٹری کی صورتحال پر نظر دوڑائیں، اپنی نئ پود، نوجوان نسل جو شائد مستقبل کے معمار ہیں، بشمول لڑکوں اور لڑکیوں خصوصاً جو زیورِتعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں ان کے مشغلوں، ان کی دلچسپیوں، ان کی سوچ وفکر، ان کی ذہنیت ومزاج کو ملاحظہ کریں۔

ایک قصائی، ایک نانبائی، ایک سبزی فروش کے پاس جائیں ایک کریانہ مرچنٹ، ایک میڈیکل سٹور پر جائیں، ایک آفیسر، ایک کلرک، ایک ڈاکٹر، ڈسپنسر، ایک سکول ٹیچر، ایک پروفیسر، ایک میڈیا کے رپورٹر، ایک صحافی، ایک لکھاری، ایک راج، مستری، ایک کاریگر ومکینک، ایک خرادیہ، ایک مزدور، ایک ریڑھی بان، ایک پٹواری، ایک پنساری، ایک پنواڑی، ایک رسمی مولوی، حافظ، قاری، وغیرہ وغیرہ ہر شعبہ زندگی اور ہر طبقے کے مسلمان شخص کے حالاتِ زندگی اور شبانہ روز مشاغل کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ یہ سب کس حالت میں صبح کرتے ہیں، صبح ہوتے ہی اسلام کے کون کون سے احکام ان پر عائد ہوتے ہیں اور وہ کہاں تک ان کو بجالاتے ہیں، یہ مردِمسلمان روزانہ صبح اپنی روزی کے ٹھیوں پر پہنچ کر اُس شعبہ کے اسلامی احکام کی کتنی پاسداری کرتا ہے، اللہ و رسول، قبر و آخرت، جزا و سزا، خود احتسابی، خدمت خلق، انسانی ہمدردی، اسلامی بھائی چارہ، امانت و دیانت، حرام وحلال کی حدبندیاں ان میں سے کتنی چیزیں ہیں کہ پورے دن تجارت و ملازمت کے ان سب مشغلوں اور رزق وروزی کے حصول کے ان مختلف دھندوں کے دوران ان کی ایک مسلمان رعایت کرتا ہے، ان کو وہ یاد رکھتا ہے۔ اور اس سارے عمل میں اپنی ذات کا بھی ہم جائزہ لیں۔ ہم اپنے آپ کو اور اپنے معاشرے کو جانتے ہیں۔ ہم اپنے گھر بازار، گلی محلّہ، آفس وہسپتال، تھانہ وکچہری، تعلیم گاہوں و دانش کدوں کے حالات سے اجمالی یا تفصیلی طور پر بخوبی آگاہ ہیں ہم جانتے ہیں کہ خود ہماری، ہمارے گھر کے افراد کی، ہمارے معاشرے کی، زندگی کے

مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے سب افراد کی جو رپورٹ اس سروے رپورٹ ،اس نوٹ بک میں مرتب ہوگی وہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے بلکہ ایک ذمہ دار و دیانت دار انسان ہونے کی حیثیت سے کس نوعیت کی ہوگی؟ نوجوان نسل خصوصاً لڑکوں میں غیرت وحمیت ، وقار وسنجیدگی ، جفاکشی و محنت کی عادت، اطاعت شعاری کی خو اور ذمہ داری کا احساس، اور نوجوان لڑکیوں میں عفت وعصمت، حیاو پاکدامنی کے پاکیزہ احساسات اور لطیف جذبات اور چادر و چار دیواری کے تقدس کا شعور کس درجے میں ہے؟

ہماری پوری معاشرتی زندگی میں ، ہماری دینی روایات و اقدار میں تغیر و بگاڑ جس تیزی و تیز گامی سے آیا ہے اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے ماضی میں بہت دور جانے کی ضرورت نہیں ،سلف صالحین اور اسلام کے دورِ عروج و زمانہ خیر القرون کے قصے دہرانے کی بھی حاجت نہیں بلکہ ہماری جو نانیاں اور دادیاں آج بھی زندہ اور ہمارے درمیان آثار قدیمہ کی حیثیت سے موجود ہیں اور ہماری خدا ترسی اور وضع داری ہے کہ ہم نے ان کے لئے ابھی اولڈ ایج ہوم نہیں بنائے ،انہیں اولڈ ہاؤس کی زندہ قبروں میں زندہ درگور نہیں کیا،ہم گھڑی دو گھڑی ان کے پاس بھی بیٹھ جایا کریں، ہم ان سے پوچھ لیں کہ آج سے چالیس پچاس سال پہلے کے دور کا انسانی رویوں کے اعتبار سے، معاشرتی و دینی اقدار کے اعتبار سے، چیزوں میں خیر و برکت کے اعتبار سے، رشتوں ، ناطوں کے تقدس ولحاظ کے اعتبار سے، حوا کی بیٹیوں میں عفت وعصمت، حیا وشرافت، گھر گرہستی اور امور خانہ داری کے سلیقے اور لیاقت کے اعتبار سے، نوجوانوں میں جفاکشی ، ہمت، زورِ بازو، احساسِ ذمہ داری وخوئے وفاداری کے اعتبار سے آج کے دور سے کیا موازنہ ہے؟

میں نے ایسی نانیاں دادیاں دیکھی ہیں کہ بدلتے حالات کی کڑی دھوپ نے جن کے بالوں میں چاندی بکھیری ہے، رات دن کی الٹ پھیر نے جن کی کمر کو دوہرا کر دیا اور زمانے کی پیہم گردشوں نے جن کی روح کو گھائل اور جن کے دلوں کو موم کر دیا ہے وہ اس سلگتے سوال کا جواب نطقِ زبان سے نہیں بلکہ چشمِ گریاں سے دیتی ہیں، وہ جب حال کے بادِ سموم سے گھبرا کر ماضی کے دریچوں میں جھانکتی ہیں تو ان کی آنکھوں سے برسات کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں۔

تہذیبِ نو تو نے دن یہ دکھائے ۔۔۔ گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے

باقی طبقہ اشرافیہ، بیوروکریٹ، سرمایہ دار، صنعت کار، جاگیردار، چوہدری، سردار، نواب، وڈیرے، خوانین،

اراکین پارلیمان اور اقتدار و اختیار کے ایوانوں کے پردہ نشینوں (جن کو قرآن نے پیچھے مذکورہ آیت میں مترفین کا لقب دیا ہے) کے معمولاتِ زندگی، مشاغلِ صبح و شام اور اعمالِ روز و شب کا صحیح حال، ان کی رنگین راتوں اور سنگین وارداتوں کی پوری صورتحال وحقیقتِ حال تو یا وہ جانیں یا ان کا رب جانے، اور تیسرے درجے میں وہ محافظ فرشتے کراماً کاتبین جانیں جو ان کا کچا چٹھا جمع کر رہے ہیں، ان کا اعمال نامہ لکھ رہے ہیں۔ ان کا ڈیٹا مرتب و محفوظ کر رہے ہیں، لیکن وقتاً فوقتاً مختلف ذرائع سے ان کے ''مشتے نمونہ از خروارے'' جو کارنامے منظر عام پر آ جاتے ہیں وہ اس قدر ہوش ربا اور رونگٹے کھڑے کرنے والے ہوتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ع

عقل بسوخت ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی است

ابھی پچھلے دنوں اس طبقے کی وارداتوں کا بھانڈا عدالتِ عظمٰی نے این آر او پر فیصلہ کی شکل میں بیچ چوراہے کے پھوڑا ہے، این آر او (NRO) نامی رسوائے زمانہ اور تاریخ سوز آرڈیننس سابق فوجی ڈکٹیٹر نے اپنے فرعونی اقتدار کو طول دینے کی سفلی خواہش سے بے قابو ہو کر جاری کیا تھا یہ منحوس قانون اس بدخائن شخص کے ان بڑے جرائم اور سیاہ کارناموں میں سے ایک تھا جو وہ روشن خیالی و جدت پسندی کی آڑ، اپنے فرعونی اقتدار کے گھمنڈ اور طاغوتی طاقتوں کی غلامی کی ترنگ میں ۹ سال تک سرانجام دیتا رہا، مبینہ طور پر اس این آر او کے ذریعے ۸ ہزار سے زیادہ افراد کی کرپشن، لوٹ مار، بدعنوانیوں اور دوسرے فوجداری جرائم پر پردہ ڈالا گیا اور ان سب جرائم کو قانونی تحفظ فراہم کیا گیا تھا۔ یہ افراد جن کو اس آرڈیننس کے ذریعے نوازا گیا اور ان کو کھربوں روپے قومی دولت کے بغیر ڈکار کے ہضم کرائے گئے زیادہ تر طبقہ اشرافیہ، ایلیٹ کلاس (Elite Class) اور اقتدار کے ایوانوں کے لوگ تھے (معاصر روزنامہ اسلام راولپنڈی کی ایک رپورٹ کے مطابق بینکوں اور مالیاتی اداروں سے گذشتہ 27 برسوں کے دوران 2 کھرب 74 ارب روپے کے قرضے معاف کرائے گئے (اسلام 20 دسمبر 2009ء اندرونی کالم) اقتدار کی سنگھاسن پہ براجمان، سیاست و سیادت کے لنکا کے یہ باون گزے وجغادری جو گذشتہ دو عشروں سے سکھا شاہی کے مزے لوٹتے رہے اور کرپشن و لوٹ مار کی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو دھو کر نہال ہوتے رہے، این آر او کے حمام میں یہ سب پردہ نشین ننگے کھڑے تھے۔ عدالت عظمٰی نے اس حمام کے بام و در اکھاڑ کر ان کی مادر زاد برہنگی کا ایسا تماشہ ساری دنیا کو دکھایا کہ شائد کفن ہی ان کے داغِ عیوبِ برہنگی کو ڈھانپ سکے۔ ؎

ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی میں ورنہ ہر لباس میں ننگِ وجود تھا (جاری ہے......)

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

درجة الفجر و الشفق

فجر اور شفق کے درجہ کی تحقیق

(قسط۲)

آیئے سب سے پہلے ہم اس سلسلہ میں پاکستان کے معتمد عالمِ دین اور فنِ قدیم وجدید کے مستند ماہرِ فلکیات اور سابقہ دور میں اس مسئلہ میں اختلاف کے خاتمہ کے اہم رکن حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق ملاحظہ کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

یومِ شرعی یعنی نہار شرعاً نام ہے فجرِ صادق سے لے کر غروبِ شمس تک کے زمانے کا، یعنی اس کی ابتداء فجرِ صادق سے ہوتی ہے، اور غروبِ شمس پر وہ ختم ہوجاتا ہے، نہار بایں معنیٰ پر متفرع ہے۔

روزہ، صوم یعنی روزے کا وقت ہے، فجرِ صادق سے غروبِ شمس تک، قرآن میں ہے "ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیۡلِ"

فجرِ صادق شرقی اُفق کے کنارے کنارے عریض اور پھیلی ہوئی روشنی کا نام ہے۔ اس کی ابتداء میں چونکہ روشنی نہایت مدھم ہوتی ہے۔

اس لئے اس کے مبدأ کا پتہ لگانا متعدد ایام تک مسلسل تجربہ ومشاہدہ کے بغیر نہایت مشکل ہے۔

فجر کی ابتداء فنِ ھیئت کے اصولوں کے پیشِ نظر اس وقت ہوتی ہے، جبکہ:

(۱)......آفتاب کا فاصلہ اُفقِ شرقی سے نیچے کی طرف ۱۸ درجے ہو، عند بعض العلماء، اور یہ قول زیادہ محقق ہے۔ [۱]

(۲)......یا ۱۷ درجے ہو، جیسا کہ بعض ماہرین کی رائے ہے۔

(۳)......یا ۱۹ درجے ہو، جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے۔ [۲]

---

[۱] اور اسی کے مطابق قدیمی نقشے ہیں، اور اسی پر ہمارے جمہور اکابر کا عمل ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا اور آگے بھی آتا ہے۔

[۲] یہ قول متعدد اہلِ علم کا ہے، جن کی عبارات آگے آ رہی ہیں۔

(۴)...... یا ۱۵ درجے ہو، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ ۱ (الھیئۃ الکبریٰ مع شرحہا سماء الفکریٰ، الجزء الاول، ص ۱۳۲، ناشر: ادارہ تصنیف وادب، جامعہ اشرفیہ، لاہور، طبع ثانی: ۱۴۲۵ھ، مطابق 2004ء)

حضرت مولانا روحانی بازی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق انتہائی اہم ہے، جو انہوں نے اس فن میں مہارت اور ایک اختلاف کے قضیہ کے بعد ارشاد فرمائی ہے۔

اوران کی تحقیق کے مطابق صبح صادق کے ۱۸ درجہ زیرِ افق ہونے کا قول زیادہ محقق ہے، اگر چہ اس سلسلہ میں اور بھی اقوال ہیں، مگر وہ اس درجہ کے محقق نہیں ہیں، ہم بھی حضرت موصوف رحمہ اللہ کی مذکورہ تحقیق سے اتفاق رکھتے ہیں۔

اور اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ میں ہے:

> کئی عرب ھیئت دانوں نے یہ بتایا ہے کہ سورج کا انخفاض ض، جس میں مذکورہ بالا مظاہر (صبح صادق کا طلوع اور شفقِ احمر کا غروب، ناقل) دکھائی دیتے ہیں، کسی حد تک کرۂ ہوائی کے حالات (کُہر وغیرہ) چاندنی کی موجودگی یا بصارت کی تیزی پر منحصر ہے، اس لئے مختلف علماء نے ''ض'' کی مختلف اقدار قرار دی ہیں، جو ۱۶ درجے اور ۲۰ درجے کے مابین ہیں، بقول سبط المارد ینی (۱۴۲۳ تا ۱۴۹۴-۱۴۹۵ء) اس کے زمانے میں عام رائے یہ تھی کہ شفق (احمر) کے لئے ض =۱۷ ڈگری اور صبح کے لئے ض =۱۹ ڈگری، اور ابو علی الحسن المراکشی (م تقریباً ۱۲۶۲ء) نے یہ اقدار ۱۶ ڈگری اور ۲۰ ڈگری فرض کی تھی (اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، جلد ۱۱ ص ۵۶ ۷، ۵۷ ۷، در ذیل ''الشفق''، زیرِ اہتمام: دانش گاہِ پنجاب، لاہور، مطبوعہ: پنجاب یونیورسٹی، لاہور، بار دوم: ۱۴۲۲ھ)

مطلب یہ ہے کہ صبح صادق کے طلوع اور شفقِ احمر کے غروب کے متعلق اقوال ۲۰ سے ۱۶ درجات کے مابین ہیں، اور چونکہ شفقِ احمر کا غروب پہلے ہوتا ہے، اس لئے اس کے متعلق اقوال ۱۶ درجات تک ہیں۔

اور بلادِ معتدلہ میں جو حالت صبح صادق کی ابتدائی روشنی کی ہوتی ہے، وہی حالت شفقِ ابیض کی اختتامی روشنی کی ہوتی ہے، کہ وہ بھی اس لمحہ بہت مدہم اور ہلکی ہوتی ہے، اور فن کے اعتبار سے ان دونوں کا درجہ ایک ہی ہے، یعنی سورج کے مشرقی اُفق سے جس درجہ نیچے ہونے پر صبح صادق کی ابتداء یا فجر طلوع ہوتی ہے، اسی درجہ سورج کے مغربی اُفق میں نیچے چلے جانے پر شفقِ ابیض کا اختتام یا اس کا غروب ہوتا ہے۔

---

۱ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

Idara Ghufran

اور جس طرح سورج کے غروب ہونے کے بعد شفقِ ابیض سے پہلے شفقِ احمر ہوتی ہے، اسی طرح بلادِ معتدلہ میں صبح صادق کی پہلی بیاض کے بعد احمر ہوتی ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مغرب کا وقت شفقِ ابیض کے غروب پر ختم ہوتا ہے، اور اس کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے، جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک شفقِ احمر کے غروب پر مغرب کا وقت ختم اور اس کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔

اور شفقِ ابیض کے غروب کا درجہ تو وہی ہوگا، جو صبح صادق کے طلوع کا ہوتا ہے، مگر شفقِ احمر کے غروب کا درجہ اس سے کم ہوگا، کیونکہ وہ شفقِ ابیض سے پہلے غروب ہوتی ہے۔

اب ہم اس سلسلہ میں علماء و اہلِ فن کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔

(۱)......اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی کا حوالہ

اسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی حنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۲۰۵ھ) فرماتے ہیں:

الفصل الثانی فی حصتی الفجر والشفق الاحمر قد وقع بین القوم اختلاف کثیر فی وقت طلوع الفجر الصادق ومغیب الاحمر والمعتمد عند المحققین ان الاول عند انحطاط الشمس عن افق المشرق تسعة عشر درجة ، والثانی عند انحطاطها عن افق المغرب سبعة عشر درجة (رسالة فی العمل الربع المجیب لاسماعیل بن مصطفیٰ الکلنبوی ص ۱۲)

ترجمہ: دوسری فصل فجر اور شفقِ احمر کے حصوں کے بارے میں ہے، قوم کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہوا ہے، فجرِ صادق کے طلوع کے اور احمر کے غیوب کے وقت میں، اور محققین کے نزدیک معتمد یہ ہے کہ اول (یعنی فجرِ صادق کا طلوع) سورج کے مشرقی افق کی طرف سے انحطاط کے وقت ۱۹ درجے پر، اور دوسرا (یعنی شفق احمر کا غروب) سورج کے مغربی افق کی طرف سے انحطاط کے وقت ۱۷ درجے پر ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

علامہ کلنبوی حنفی علماء میں سے تھے، اور ''کیی'' شہر میں قاضی کے درجے پر مامور تھے، اور انہوں نے علمِ ہیئت اور ہندسہ میں کئی تصانیف تحریر فرمائی ہیں۔ [۱]

---

[۱] الکلنبوی :إسماعیل بن مصطفی الکلنبوی الرومی الحنفی تولی القضاء ببلدة کیی شهر توفی سنة 1205 خمس ومائتین وألف له من التصانیف أضلاع مثلثات فی الهندسة .البرهان فی علم المیزان أعنی میزان المنطق .حاشیة علی تهذیب المنطق .حاشیة علی شرح جلال .حاشیة علی قاضی میر والکفوی. رسالة الآداب فی المناظرة .رسالة الإمکان .شرح جداول الأنساب .کتاب المراصد لتبیین الحال فی المبادء والمقاصد. (هدیة العارفین، باب الالف، جزء ۱ صفحه ۱۱۹)

Idara Ghufran

علامہ کلنبوی کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مختلف اقوال میں سے معتمد قول یہ ہے کہ فجرِ صادق کا طلوع ۱۹ درجے پر اور شفقِ احمر کا غروب ۱۷ درجے پر ہوتا ہے۔

اور اس عبارت میں فجرِ صادق اور شفقِ احمر کی تصریح ہے، اس لیے فجر اور شفق سے بیاضِ مستطیل مراد لینے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

لہٰذا جو حضرات یہ خیال کرتے ہیں علماء و ماہرینِ فن جو اٹھارہ یا انیس درجہ پر صبح یا فجر کو ہونا بیان کرتے ہیں، اس سے مراد صبح و فجرِ کاذب ہے، نہ کہ صادق، اور صبح صادق کا طلوع اور شفقِ ابیض کا غروب ۱۵ درجہ پر ہوتا ہے، ان کا یہ خیال درست نہیں، اور بلا دلیل ہونے کے علاوہ خلافِ دلیل ہے۔

کیونکہ اولاً تو اس عبارت میں فجرِ صادق اور شفقِ احمر کی تصریح ہے، اور یہ بات ناممکنات میں سے ہے کہ صبح کاذب، صادق کے طلوع ہونے کے بعد اور شفقِ ابیض کا غروب، شفقِ احمر کے غروب ہونے سے پہلے ہو جائے۔

(۲)...... یحییٰ بن محمد الحطاب کا حوالہ

یحییٰ بن محمد الحطاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> **فصل فی معرفة حصة الفجر وھی المدة التی من طلوع الفجر الصادق الی طلوع الشمس وطریق تحصیلھا ان تستخرج الدائر لارتفاع تسعة عشر**
>
> (وسیلة الطلاب لمعرفة اعمال اللیل والنھار بطریق الحساب، لیحییٰ بن محمد الحطاب ،الباب السادس فی معرفة الظل المبسوط والظل المنکوس وظل الزوال الخ، ص۲۸، مکتبة جامعة الریاض، قسم المخطوطات، رقم المخطوطة، ۴۵۶۷ف ۹۰۱/۱)
>
> **ترجمہ:** یہ فصل ہے فجر کے حصہ کی پہچان کے بارے میں، اور وہ فجرِ صادق کے طلوع ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک کی مدت ہے، اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دائرہ ارتفاع کی ۱۹ درجے پر تخریج کریں (ترجمہ ختم)

اس عبارت میں بھی فجرِ صادق کے ۱۹ درجہ پر طلوع ہونے کی تصریح ہے۔

لہٰذا یہ خیال کرنا کہ علماء و ماہرینِ فن ۱۹ یا اٹھارہ درجہ پر جس صبح و فجر کا حکم بیان کرتے ہیں، وہ درحقیقت کاذب کا ہے، یہ خیال درست نہیں، جیسا کہ پیچھے گزرا۔

Idara Ghufran

(۳)......امام سبط المارديني کا حوالہ

محمد بن محمد بن احمد شافعی سبط المارديني (التوفیٰ ۹۰۷ھ) فرماتے ہیں:

الباب الثانی عشر فی معرفة وقت المغرب ووقت الصبح ومقدار حصتی الشفق والفجر ، اما المغرب فیدخل وقتها بغروب الشمس من الافق المرئی بالاجماع ، واما العشاء فیدخل بغیب الشفق الاحمر وما بینهما هو حصه الشفق ،واما الصبح فیدخل وقته بطلوع الفجر الصادق وهو البیاض المعترض فی المشرق(......وبعد اسطر......) وان شئت فضع نظیر الدرجة الشمس علی سبعة عشر من المقنطرات اذا اردت حصة الشفق وعلی تسعة عشر ان اردت حصة الفجر (اظهار السر المودوع فی العمل بالربع المقطوع لمحمد بن محمد ،المعروف بالسبط الماردینی "المتوفیٰ ۹۰۷ھ"مکتبة جامعة الریاض، قسم المخطوطات، رقم المخطوطة، ۱۰۰۹،الاعلام ۷: ۲۸۲، الظاهریة، "علم الهیئة، : ۱۵۹،)

ترجمہ: بارہواں باب مغرب کے وقت اور صبح کے وقت اور شفق اور فجر کی مقدار کی پہچان میں ہے، جہاں تک مغرب کا معاملہ ہے،تو اس کا وقت بالاجماع افق مرئی سے سوج کے غروب ہونے پر داخل ہوتا ہے، اورعشاء کا وقت شفقِ احمر کے غائب ہونے پر داخل ہوتا ہے، اوران دونوں کے درمیان شفق کا حصہ ہوتا ہے، اورصبح کا وقت فجرِ صادق کے طلوع پر داخل ہوتا ہے، اور فجرِ صادق وہ سفیدی ہے، جومشرق میں معترض ہوتی ہے(چندسطروں کے بعد ہے)اوراگر آپ شفق (احمر) کا حصہ معلوم کرنا چاہیں تو سورج کے درجے کی نظیر کومقنطرات میں سے ۱۷درجے پر رکھیں،اور جب فجر کا حصہ معلوم کرنا چاہیں،تو۱۹درجے پر رکھیں(ترجمہ ختم)

اس عبارت میں مغرب اور فجر اور شفق کے وقت اوراس کی مقدار کا بیان کیا گیا ہے، اور فجرِ صادق کے طلوع کو۱۹درجہ پراور شفقِ احمر کے غروب کو۱۹درجہ پر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

اورامام ماردینی نے اپنے رسالہ"**لب المحتضرات علی ربع المقنطرات** "میں بھی شفقِ احمراور فجرِ صادق کے یہی درجات بیان فرمائے ہیں۔ [۱]　(جاری ہے......)

---

[۱] چنانچہ فرماتے ہیں:
فعلم علی نظیر الدرجة وانقل المری بالخیط المقنطرة ۱۷ ان اردت حصة الشفق والمقنطرة ۱۹ ان اردت حصة الفجر(لب المحتضرات علی ربع المقنطرات، لمحمد بن محمد بن احمد الشافعی المعروف بسبط الماردینی "المتوفیٰ ۹۰۷ھ"، الباب التاسع فی معرفة استخراج الاوقات،ص ۱۱۹)

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود

ماہِ محرم: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......**ماہِ محرم ۳۵۱ھ:** میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد السری بن یحییٰ بن السری بن ابن ابی دارم کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۷۸، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۸۴)

□......**ماہِ محرم ۳۵۳ھ:** میں حضرت ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن سکن مصری بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۳۸)

□......**ماہِ محرم ۳۵۷ھ:** میں حضرت ابواسحٰق محمد بن احمد بن عبدالمومن اسکافی قراریطی کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۱۲)

□......**ماہِ محرم ۳۵۸ھ:** میں حضرت ابوالحسن ثوابہ بن احمد بن عیسیٰ بن ثوابہ بن مہران بن عبداللہ موصلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۷ ص ۱۴۹)

□......**ماہِ محرم ۳۵۹ھ:** میں حضرت ابوبشر محمد بن ابی السکری عمر بن محمد بن ابراہیم بن غیاث رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۴۰)

□......**ماہِ محرم ۳۶۰ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی آجری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۱۳۵، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۳۶، تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۲۴۳)

□......**ماہِ محرم ۳۶۳ھ:** میں حضرت ابوبکر عمر بن عبداللہ بن محمد بن ہارون بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۵۲)

□......**ماہِ محرم ۳۶۴ھ:** میں حضرت ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبدۃ بن قطن بن ابراہیم تمیمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۵ ص ۴۵۹)

□......**ماہِ محرم ۳۶۶ھ:** میں حضرت ابوحفص محمد بن علی بن فتح بن محمد بن علی ابوطالب حربی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۳ ص ۱۰۷)

□......**ماہِ محرم ۳۶۷ھ:** میں حضرت ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن منصور عتیقی رویانی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج ۴ ص ۳۷۹)

□......**ماہِ محرم ۳۶۹ھ:** میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن جعفر بن حیان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوالشیخ

Idara Ghufran

کےنام سے مشہور تھے(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۲۷۹،طبقات الحفاظ ج۱ ص۶۷،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص۹۴۷)

□……ماہِ محرم ۳۷۵ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن فارس بن سہل بزاز رحمہ اللہ کا انتقال ہو۔ (تاریخ بغداد ج۵ص۸۲)

□……ماہِ محرم ۳۷۶ھ: میں حضرت ابونصر احمد بن محمد بن ابراہیم بن حازم مؤذن رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخ بغداد ج۴ص۳۸۷)

□……ماہِ محرم ۳۷۷ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن احمد بن نصیر بن عرفہ بن لؤلؤ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۳۲۷)

□……ماہِ محرم ۳۷۸ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن یوسف ازرق بن یعقوب بن اسحاق بن بہلول بن حسان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۵ ص۲۲۱)

□……ماہِ محرم ۳۷۹ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن احمد بن عباس سلمی بغدادی جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۴۱۶)

□……ماہِ محرم ۳۸۰ھ: میں حضرت ابویعلیٰ محمد بن حسین بن محمد بن خلف بن احمد رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخ بغداد ج۲ ص۲۵۶)

□……ماہِ محرم ۳۸۲ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن عثمان بن محمد بن علی بن بیان صفار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۱۰ ص۴۰)

□……ماہِ محرم ۳۸۳ھ: میں حضرت ابوالفضل نصر بن ابی نصر محمد بن احمد بن یعقوب طوسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۱،تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۰۱۷)

□……ماہِ محرم ۳۸۴ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن حسان بن قاسم بن فضل بن حسان بن سلیمان بن حسن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۱۱ ص۴۲۲)

□……ماہِ محرم ۳۸۵ھ: میں حضرت ابوالحسن داؤد بن سلیمان بن داؤد بن محمد بن رباح بزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخ بغداد ج۸ ص۳۸۱)

□……ماہِ محرم ۳۸۶ھ: میں حضرت ابواحمد عبداللہ بن حسین بن حسنون سامری بغدادی رحمہ للہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۵۱۶)

□……ماہِ محرم ۳۸۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن محمد بن حمدان عکبری حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ

ابنِ بطہ کے نام سے مشہور تھے،اور ’’الابانۃ الکبریٰ‘‘ آپ کی مشہور کتاب ہے(سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص ۵۳۰)

☐......**ماہِ محرم ۳۸۸ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسن بن احمد بن قشیش سمسار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج۲ ص ۲۱۳)

☐......**ماہِ محرم ۳۹۰ھ**: میں حضرت ابوالحسن ناجیہ بن محمد بن سلمان کاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۴۵۶)

☐......**ماہِ محرم ۳۹۱ھ**: میں حضرت ابوالقاسم عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ بن داؤد بن جراح بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیراعلام النبلاء ج۱۶ ص ۵۵۰)

☐......**ماہِ محرم ۳۹۲ھ**: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن سعید بن اسماعیل بن محمد بن سوید معدل رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(تاریخِ بغداد ج ۶ ص ۳۰۸)

☐......**ماہِ محرم ۳۹۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن ابی اسماعیل علی بن حسین بن حسن بن قاسم علوی حسنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیراعلام النبلاء ج۱۷ ص ۷۸)

☐......**ماہِ محرم ۳۹۴ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن حسان بن محمد نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (سیراعلام النبلاء ج۱۸ ص ۳۹۱)

☐......**ماہِ محرم ۳۹۵ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن ابواسماعیل علی بن حسین بن حسن بن قاسم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(تاریخِ بغداد ج ۳ص ۹۱)

☐......**ماہِ محرم ۳۹۶ھ**: میں حضرت ابوعمر احمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن شریعۃ لخمی اشبیلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیراعلام النبلاء ج۱۷ ص ۷۵،طبقات الحفاظ ج۱ ص ۸۳،تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۱۰۵۸)

☐......**ماہِ محرم ۳۹۸ھ**: میں حضرت شیخ الشافعیہ ابومحمد عبداللہ بن محمد بخاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ باقی کے لقب سے مشہور تھے(سیراعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۹)

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کے احکام: قسط ۱۶)

مفتی محمد امجد حسین

سجدہ سہو کے مسائل

رکوع و سجود میں سہو کی مختلف صورتیں

رکوع نہیں کیا سجدہ میں چلا گیا

قرأت کر کے رکوع میں جانے کی بجائے بھولے سے سجدہ میں چلا گیا تو یاد آنے پر سجدہ سے واپس آجائے، رکوع کرے پھر سجدہ کرے، آخر میں سجدہ سہو کرے، اگر سجدہ کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تب یاد آیا تو یہ دوسری رکعت پہلی رکعت سمجھی جائے گی (وہ پہلی بغیر رکوع والی رکعت کالعدم سمجھی جائے گی)، آخر میں سجدہ سہو کرے گا (عالمگیری ۱/۶۷)

رکوع وسجدہ میں ایک دوسرے کی تسبیح پڑھ لی

رکوع میں سجدہ اور سجدہ میں رکوع کی تسبیح پڑھنے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، موقع پر ہی یاد آجائے تو اس موقعہ کی تسبیح پڑھ لے تاکہ مسنون طریقہ کی رعایت ہو جائے کہ اس طرح تسبیح کی تبدیلی مکروہ تنزیہی ہے

(دُر مع شامی ۱/۴۶۱)

صرف ایک سجدہ کیا

کسی رکعت میں بھولے سے ایک سجدہ کیا تو یاد آنے پر آئندہ کسی رکعت میں (سلام پھیرنے سے پہلے) ایک اضافی سجدہ کرے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے (عالمگیری ۱/۶۶)

سجدوں کے عدد میں شک ہو گیا

اگر شک ہو جائے کہ میں نے ایک سجدہ کیا یا دو، تو اگر غالب گمان کسی ایک طرف قائم ہو جائے تو اس غالب گمان پر عمل کرے یعنی ایک کا گمان غالب ہو تو ایک سمجھے اور مزید سجدہ کرے، دو کا گمان غالب ہو تو دو سمجھے، اگر کسی طرف غالب گمان نہ ہو بلکہ برابر شک ہو تو ایک سجدہ سمجھے اور مزید ایک سجدہ ملا لے، پھر آخر میں سجدہ سہو کرے (اور غالب گمان والی صورت میں جب غالب گمان پر عمل کر لیا تو سجدہ سہو کی ضرورت

نہیں) (درمختار ۱/۱۰۲)

یہی حکم نماز میں کسی واجب عمل کے چھوٹ جانے کا شبہ ہونے کی صورت میں بھی ہے کہ چھوٹنے کا محض شک شبہ ہو تو سجدہ سہو واجب نہیں۔ظن غالب ہو تو واجب ہے۔

مقتدی کا رکوع یا سجدہ چھوٹ گیا

امام کے پیچھے رکوع یا سجدہ چھوٹ گیا تو یاد آنے پر وہ رکوع یا سجدہ کر کے امام کے ساتھ مل جائے، اگر اسی وقت نہیں کیا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد رکوع یا سجدہ جو چھوٹا ہے وہ کرے پھر سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے، اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی اختیار نہ کی تو اس کی نماز نہ ہوگی، دوبارہ نماز پڑھے (عالمگیری ۱/۶۶)

دو رکوع کرنا

نماز میں کسی رکن کو تکرار کے ساتھ ادا کیا جیسے رکوع ایک رکعت میں دو کر لئے (یا سجدے ایک رکعت میں دو سے زیادہ کر لئے) تو سجدہ سہو واجب ہوگا (ایضاً)

سجدہ سہو لازم ہو گیا تھا ادا نہ کیا

سجدہ سہو واجب ہونے پر آخر میں سجدہ سہو کرنا بھول گیا، تو نماز ناقص ہے، دوبارہ پڑھے تاکہ کامل طور پر ادا ہو جائے۔ یہ دوبارہ نماز تکمیلِ واجب کیلئے ہے۔اصل فریضہ پہلی نماز سے ہی نقصان کے ساتھ ادا ہو چکا تھا۔اس نماز سے اس نقصان کی تلافی ہوگئی، (اس وجہ سے تکمیلِ واجب کے لئے دوبارہ پڑھی جانے والی اس نماز کو اگر جماعت سے پڑھا جائے تو کسی نئے نمازی کی جس نے یہ فرض نماز ابھی پڑھنی ہے ان کی اقتداء جائز نہیں۔ وہ اس جماعت میں شامل نہ ہو ورنہ اس کا فریضہ ادا نہ ہوگا) (شامی ۱/۳۲۴، الاشباہ ص ۷۲، عالمگیری حوالہ بالا)

سجدہ سہو میں شک ہو گیا

سجدہ سہو واجب تھا، قعدہ اخیرہ میں شک ہو گیا کہ آیا میں نے سجدہ سہو کر لیا یا نہیں تو اگر کسی جانب گمان غالب ہو تو اس پر عمل کرے (کرنے کا گمان غالب ہو تو دوبارہ سجدہ سہو نہ کرے، نہ کرنے کا گمان غالب ہو تو سجدہ سہو کر لے) اور اگر کسی جانب گمان غالب قائم نہ ہو تو احتیاطاً سجدہ سہو کر لے (شامی ۱/۵۲۹)

سجدے میں پاؤں زمین سے اُٹھ گئے

اگر پورے سجدے میں شروع سے اخیر تک دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے (یعنی دونوں پاؤں میں سے کسی ایک کی کوئی ایک انگلی بھی ایک تسبیح کے بقدر بھی زمین پر نہیں رکھی) تو سجدہ صحیح نہ ہوگا، نماز میں اس کی تلافی نہ کی تو یہ نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اگر پاؤں سجدے میں تھوڑی دیر کے لئے اُٹھ گئے پھر رکھ لئے یا ایک پاؤں زمین سے اُٹھا رہا اور دوسرا زمین پر لگا رہا تو خیر نماز تو ہوگئی البتہ ایسا کرنا مکروہ ہے (البحر الرائق ۳۳۶/۱)

قومہ یا جلسہ صحیح نہ کرنے پر سجدہ سہو

رکوع سے اٹھ کر قومہ کی حالت میں اطمینان سے کھڑا نہ ہونا بلکہ جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رکوع سے پورا اٹھے بغیر سجدہ میں چلے جانا، اسی طرح پہلے سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں اطمینان سے نہ بیٹھنا، سجدہ سے سر اٹھا کر پوری طرح کمر سیدھی کر کے بیٹھے بغیر دوسرے سجدے میں چلے جانا، اگر بھول کر قومہ وجلسہ میں اس قسم کی جلد بازی کی تو سجدہ سہو واجب ہے، اس کے بغیر نماز کامل ادا نہ ہوگی، اور اگر قصداً ایسا کرتا ہے یا ایسا کرنے کی عادت بنالی ہے تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے نہ ہوگی ایسی نماز لوٹانا ضروری ہے۔ دوبارہ پڑھے اور اس کوتاہی سے باز آئے ورنہ ''نیکی برباد گناہ لازم'' کے مصداق ہوگا (شامی ۴۲۵/۱)

سجدہ سہو کرنا بھول گیا

سجدہ سہو واجب تھا، آخری قعدہ میں کرنا بھول گیا، تو اگر سلام پھیرنے سے پہلے یا سلام پھیرنے کے بعد بھی اس وقت تک جب تک کوئی بات چیت نہ کی ہو یا مسجد سے نہ نکلا ہو (یا مثلاً کمرے میں نماز پڑھ رہا تھا تو کمرے سے نہ نکلا ہو) تو اس وقت تک گنجائش ہے کہ قعدہ میں بیٹھ کر پہلے سجدہ سہو کے دو سجدے کر لے پھر التحیات، درود، دعاء پڑھ کر سلام پھیر دے، اگر ایسا نہ کیا، یا بات چیت کرنے، اٹھ کر چلے جانے کے بعد یاد آیا تو نماز دوبارہ پڑھے (درمختار ۷۰۴/۱، احسن الفتاویٰ ۴۶/۴)

سجدہ سہو میں دو کی بجائے ایک سجدہ کیا

اگر سہو کے لئے دو کی بجائے ایک سجدہ کیا تو کافی نہیں۔ مذکورہ تفصیل کے مطابق نماز کے اندر ہی یا سلام کے بعد بات چیت کرنے سے پہلے اس کی اصلاح کرلے، کہ سہو کے دو سجدے کر کے التحیات وغیرہ پڑھ کر پھر سلام پھیرے ورنہ اس نماز کو لوٹانا پڑے گا (مراقی الفلاح ص ۹۳)

(جاری ہے......)

Idara Ghufran

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

جانوروں کے حقوق وآداب (قسط ۱)

جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا، اور جانوروں، خاص کر مخصوص چوپاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی مختلف ضروریات وحاجات اور فوائد ومنافع متعلق اور وابستہ فرمائے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جانور انسانوں کے خدمت گزار ہونے کی وجہ سے انسانوں کے محسن ہیں، اور اور محسن کا احسان ماننا اور احسان کا بدلہ احسان سے دینا اور محسن کو تکلیف وایذاء نہ پہنچانا ضروری ہے۔

انہی وجوہات کے سبب شریعتِ مطہرہ نے جانوروں کے حقوق وآداب پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، مگر آج کم علمی ونادانی کے باعث اکثر مسلمان جانوروں کے حقوق وآداب سے واقف نہیں، اور اس کے نتیجہ میں آج مختلف طریقوں سے جانوروں کو تکلیف وایذا پہنچا کر ان کی حق تلفیاں کی جاتی ہیں۔

دوسری طرف بے زبان جانوروں کے حقوق کے متعلق نہ آواز اٹھانے والا کوئی ادارہ قائم ہے، اور نہ ہی ان کی تکالیف کا احساس کرنے والی کوئی تنظیم ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اسلام کی طرف سے پیش کردہ جانوروں کے حقوق وآداب کا علم حاصل کیا جائے، اور ان کے مطابق عمل کیا جائے۔

جانوروں کی نعمت کا قرآن مجید میں ذکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر جانوروں کی نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے، اور ان کے مختلف فوائد اور منافع کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ سورہ انعام میں ارشاد ہے:

وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (سورة انعام آیت ۱۴۲)

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ نے) چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے (یعنی بڑے بڑے) بھی پیدا کیے اور زمین سے لگے ہوئے (یعنی چھوٹے چھوٹے) بھی (پس) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

اورسورہ نحل میں ارشاد ہے:

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ(سورة النحل آيت ۵تا ۸)

ترجمہ: اور چوپایوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، ان میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان اور بہت سے (دوسرے) فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل) چرانے لے جاتے ہو تو ان سے تمہاری عزت وشان ہے۔ اور (دور دراز) شہروں میں جہاں تم سخت مشقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں، بے شک تمہارا رب نہایت شفقت والا اور مہربان ہے۔ اور اسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور (وہ تمہارے لیے) رونق وزینت (بھی ہیں) اور وہ (اور چیزیں بھی) پیدا کرتا ہے جن کی تم کو خبر نہیں (ترجمہ ختم)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چوپایوں (یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ) کے فوائد وانعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں سے بعض کے بال یا اون وغیرہ سے سردی سے بچنے کے لئے مختلف قسم کے کپڑے اور لباس تیار کئے جاتے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی مختلف فوائد ہیں، مثلاً ان کا دودھ پیا جاتا ہے، گھی، مکھن اور بہت سی روغنیات ان سے حاصل کی جاتی ہیں، ان کو ہل میں چلایا جاتا ہے، اور سامان لاد کر لے جایا جاتا ہے، اور ان کے ذریعہ سے سفر کیا جاتا ہے، اور ان کے چمڑے سے مختلف عمدہ اور بیش قیمت سامان تیار کئے جاتے ہیں، اور ان کا مختلف طریقوں سے گوشت کھایا جاتا ہے، اور ان کے ذریعہ سے رونق اور چہل پہل اور زینت کا سامان ہوتا ہے۔

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ(سورة النحل آيت ٦٦)

ترجمہ: اور تمہارے لیے چوپایوں میں بھی (مقام) عبرت (وغور) ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے، اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے (ترجمہ ختم)

یعنی اونٹ، گائے، بھینس وغیرہ جانور جو چارہ کھاتے ہیں، وہ پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں کی طرف مستحیل ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگادی ہے، جو غذا کے فاضل اجزاء کو تحلیل کرکے فضلہ (گوبر) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے، اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر رگوں میں پھیلا دیتی ہے، جو ان کی حیات اور بقا کا سبب بنتا ہے، اور اللہ تعالیٰ انہیں دو چیزوں (خون اور گوبر) کے درمیان میں ایک تیسری چیز دودھ کی شکل میں پیدا فرماتے ہیں، جو نہایت پاک، طیب اور خوشگوار چیز ہے۔

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَى حِينٍ (سورۃ النحل آیت ۸۰)

ترجمہ: اور اللہ ہی نے تمہارے لیے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا اور اللہ ہی نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لیے گھر بنائے، جن کو تم ہلکے دیکھ کر سفر اور حضر میں کام میں لاتے ہو اور اُن کی اون، پشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام دیتی ہیں) (ترجمہ ختم)

یعنی اینٹ، پتھر کے مکانوں کو تو کہیں منتقل نہیں کرسکتے تھے، لیکن چمڑے اور اون وغیرہ سے بنے ہوئے خیمے ہلکے ہونے کی وجہ سے سفر وحضر میں ہر جگہ منتقل اور نصب کیے جاسکتے ہیں۔

اور سورہ حج میں ارشاد ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (سورۃ حج آیت ۱۸)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔

اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو عزت دینے والا کوئی نہیں۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت سمیت جانور بھی اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اور احادیث میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

اور ایک مقام پر ارشاد ہے:

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (سورۃ حج آیت ۳۳، ۳۴)

ترجمہ: ان (جانوروں) میں ایک مقررہ وقت تک تمہارے لئے فائدے ہیں پھر ان کو قدیم گھر (یعنی بیت اللہ) تک پہنچانا (اور ذبح ہونا) ہے، اور ہم نے ہر اُمت کے لئے قربانی کا طریقہ مقرر کر دیا ہے تاکہ جو چوپائے اللہ نے ان کو دیئے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ سے تم بہت سے فوائد حاصل کرتے ہو، مثلاً سواری کرنا، دودھ پینا، نسل چلانا، اون کھال وغیرہ کام میں لانا، اور پھر اس کے بعد ان کو بیت اللہ کے حج کے موقع پر ذبح بھی کیا جاتا ہے، اور انہی کو اللہ کے نام پر قربان کیا جاتا ہے۔

اور سورہ مومنون میں ارشاد ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ (سورۃ مومنون آیت ۲۱، ۲۲)

ترجمہ: اور تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت (اور اللہ کی قدرت کی نشانی) ہے کہ جو ان کے پیٹوں میں ہے اس سے ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور بعض کو تم کھاتے بھی ہو، اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو (ترجمہ ختم)

اور سورہ مومن میں ارشاد ہے:

اَللهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ وَيُرِيكُمْ

آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللهِ تُنكِرُونَ (سورة مومن آيت ۷۹تا ۸۱)

ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے تاکہ ان میں سے بعض پر سوار ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔اور تمہارے لئے ان میں (اور بھی) فائدے ہیں اوراس لئے بھی کہ (کہیں جانے کی) تمہارے دلوں میں جو حاجت ہوان پر (بیٹھ کر وہاں) پہنچ جاؤ۔اوران پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو۔اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کوٹھکراؤ گے (ترجمہ ختم)

اورسورہ زخرف میں ارشاد ہے:

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ (سورة زخرف آيت ۱۲ تا ۱۴)

ترجمہ: اور جس نے تمام قسم کے حیوانات پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھواور جب اس (سواری) پر بیٹھ جاؤ تو اپنے رب کے احسان کو یاد کیا کرواور کہا کرو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس (سواری) کو ہمارے تابع کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (ترجمہ ختم)

قرآن مجید میں اس قسم کی اور بھی آیات ہیں، جن میں جانوروں کے فوائد ومنافع اور ان سے عبرت ونصیحت پکڑنے کا مختلف طریقوں سے ذکر آیا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے مختلف جانوروں کو انسان کی خدمت اور فائدے کے لئے پیدا کیا ہے، اور انسان ان سے مختلف قسم کی اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے، تو اس کے نتیجے میں انسان پر لازم ہوا کہ وہ ان جانوروں کو اپنا محسن سمجھے، اوران کے تمام حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرے، اوران کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے۔

اور مذہبِ اسلام کی یہ خصوصیت بلکہ اس کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اس نے جانوروں کے بھی ایسے ایسے حقوق کی طرف انسان کو متوجہ کر دیا کہ جن کو خود اپنی عقل واجتہاد سے معلوم کرنا مشکل تھا (جاری ہے......)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت مولانا ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب

موجودہ حالات کے تناظر میں (پانچویں وآخری قسط)

وہ خطاب جو حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب نے ادارہ غفران راولپنڈی میں مورخہ ۵/ رمضان/ ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۷/اگست/ ۲۰۰۹ء بروز جمعرات قبل از ظہر فرمایا، اس کو مولانا ناصر صاحب زید مجدہ' نے محفوظ اور مولوی ابرار حسین ستی صاحب نے نقل فرمایا (ادارہ)

حضرت مہدی علیہ الرحمۃ جہل کے زمانے میں آئیں گے

یہ فتنوں پر مشتمل زمانہ ہے، مگر اس کے باوجود بہت سی اچھی باتیں بھی ہورہی ہیں، اس لئے گھبرانا اچھا نہیں ایک صاحب نے ایک کتاب میں لکھا کہ امام مہدی بہت جلد اور ابھی آنے والے ہیں، میں نے ان سے عرض کیا کہ کیا بات ہے، کیا آپ کو کوئی الہام ہوا ہے؟ اور کیا آپ فلاں فلاں دین کے کام نہیں کررہے ہیں؟ کہنے لگے کررہے ہیں، میں نے کہا کہ جب آپ کے فلاں بزرگ نے یہاں کراچی میں مدرسہ قائم کیا تو اس وقت اور کتنے مدرسے تھے؟ کہنے لگے، ایک بھی نہیں تھا، میں نے کہا کہ اب کتنے ہیں، تو کہنے لگے اب سینکڑوں کھل گئے ہیں، تو میں نے کہا کہ کیا ان میں دین نہیں پڑھایا جارہا ہے؟ کہنے لگے پڑھایا جارہا ہے، میں نے کہا کہ انگلینڈ جیسے ممالک میں جس جگہ پہلے ایک بھی مسجد نہیں تھی وہاں اب اتنی ساری مسجدیں بن گئی ہیں، اور میں تو یہ سب خود دیکھ کر آیا ہوں۔ وہ کہنے لگے یہ سب علم کا اضافہ ہے، عمل کا نہیں، میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہاں نماز نہیں ہوتی، یا آپ نماز پڑھنے نہیں جاتے ،تو کہنے لگے میں تو جاتا ہوں، تو میں نے کہا کہ پھر یہ عمل ہے یا کیا ہے؟ آپ کے ہاں لاکھوں آدمی نماز پڑھنے آتے ہیں، یہ سب عمل ہی تو ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ یہ عمل تو ہے، مگر یہ سارا دکھاوے کا عمل ہے، تو میں نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ آپ بھی دکھاوے کے لئے پڑھتے ہوں گے، اس پر وہ بڑے جزبز ہوئے، میں نے کہا کہ بھائی آپ علم اور جہل کو نہیں جانتے۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ جب امام مہدی آئیں گے، تو وہ زمانہ جہل کا زمانہ ہوگا، علم نہیں ہوگا، اب چلو یہ مان لیا کہ عمل نہیں ہے، مگر علم تو ہے، اور جب علم میں اتنا اضافہ ہوا تو کچھ نہ کچھ تو عمل میں بھی اضافہ ہوگا

ہی، کچھ لوگ تو عمل کر رہے ہیں، یہ دنیا اسی لئے تو قائم ہے۔

میں یہ عرض کر رہا ہوں، کہ امام مہدی کے معاملے میں بہت سے لوگ اتنا آگے بڑھ گئے ہیں کہ ہر سال یہ شوشہ چھیڑ دیتے ہیں کہ اس سال امام مہدی آنے والے ہیں۔

مگر اسی کے ساتھ ساتھ فتنے بھی کثرت سے رونما ہو رہے ہیں، جان مال کی حفاظت مشکل ہو رہی ہے۔

کچھ عرصہ پہلے میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم سے کہا کہ ہم دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں ختمِ بخاری کروا رہے ہیں، اور میں اس مدرسہ کا مینجنگ ٹرسٹی ہوں اس لئے آپ کو دعوت دینا چاہتے ہیں آپ درس کے لئے تشریف لائیں، تو انہوں نے کہا کہ مجھے تو حکومت نے گھر سے باہر نکلنے پر بھی پابند کر دیا ہے، حالانکہ حکومت کی گارڈ اور حکومتی گاڑی سب میرے لئے موجود رہتی ہے، لیکن حکومت نے مجھے یہ کہا ہے کہ آپ حتی الامکان گھر سے باہر نہ نکلیں، ورنہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اس سے ہمارے گارڈ تو مارے ہی جائیں گے، مگر آپ بھی مارے جائیں گے، اس لئے آپ مہربانی کر کے کہیں باہر سفر نہ کریں۔ اس لئے وہ کہنے لگے کہ میں تو آج کل باہر نکل ہی نہیں سکتا اور میں تو یہاں کراچی میں بھی بلا سخت ضرورت کے کہیں نہیں جاتا، تو وہاں ٹنڈوالہ یار کیسے آؤں گا؟ اب یہ حالت ہوگئی ہے۔

ایک مرتبہ ایک عسکری تنظیم کے ایک رہنما سے میری ملاقات طے ہوگئی، جب مقررہ مقام پر وہ صاحب آئے تو ان کے ساتھ مسلح گارڈ اور آگے پیچھے ڈبل کیبن میں بھی حفاظتی عملہ موجود تھا، انہوں نے مجھے کہا کہ آپ مجھے کوئی نصیحت کریں تو میں نے ان سے یہ کہا کہ یہ جو آپ اتنے سارے حفاظتی انتظامات کر رہے ہیں، کیا یہ سب آپ کو مقررہ وقت پر موت آنے سے بچا سکیں گے، اور میں نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ یہ سب آپ اپنے ذاتی خرچ پر کر رہے ہیں یا قوم کا پیسہ اس پر خرچ ہو رہا ہے، تو انہوں نے کہا کہ حفاظت کے ایک ذریعہ کے طور پر کر رہا ہوں اور کوئی مؤثر ذریعہ نظر نہیں آ رہا ہے، اور یہ تو قوم کا پیسہ ہے۔

تو میں نے انہیں کہا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس کی فتح کے لئے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی دعوت پر جا رہے تھے، تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے لشکر کئی اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں، اس لئے جب آپ تشریف لائیں گے، تو آپ پر حملے کا خدشہ ہے اس لئے آپ کے ساتھ حفاظتی لشکر ہونا چاہئے جو کسی خطرے کی صورت میں آپ کی حفاظت کر سکے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ساتھ کوئی لشکر نہیں ہوگا، اس پر بعض حضرات نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی لشکر نہ جائے۔ اس پر جب حضرت عمر رضی

اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آپ کا مشورہ ہے، اور میں امیر ہوں اس لئے میں اسے نہیں مانتا، اور میں اور میرے ساتھ میرا ایک غلام جائے گا۔

تو میں نے ان صاحب سے کہا کہ دیکھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ حفاظت کے لئے کوئی لشکر ساتھ نہیں لیا، بلکہ صرف اپنے غلام کو ساتھ لیا اور اس سے یہ کہا کہ دیکھو تمہارا بھی حق ہے میرا بھی حق ہے اور اس اونٹنی کا بھی حق ہے۔ اس لئے اگر ہم دونوں سوار ہوتے ہیں تو اس پر ظلم ہے، اس لئے ایک منزل تم سوار ہوگے اور میں نکیل پکڑوں گا اور ایک منزل میں سوار ہوں گا اور تم نکیل پکڑو گے، اور اسی طرح چل دیئے، اور جس وقت وہاں بیت المقدس کے کچھ فاصلے پر پہنچے، اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہاں مسلمانوں کا بڑا شہرہ ہے، اور آپ کے تو ابھی بھی کرتے میں پیوند لگے ہوئے ہیں، اور آپ کے لئے ہم نے ایک عمدہ گھوڑا اور لباس تیار کیا ہوا ہے، اس لئے آپ اسے پہن لیجئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ لباس پہنا اور گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ ابھی دو ہی قدم چلے تھے، تو انا للہ پڑھ کر دوبارہ واپس نیچے اتر گئے، اب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے ہوئے تھے، ان کے سامنے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر کا نفس تو ہوا میں اڑنے لگا تھا، اس لئے میں اس گھوڑے پر نہیں بیٹھوں گا، اور نہ ہی یہ لباس پہنوں گا، میرا وہی پرانا لباس لے آؤ، چنانچہ وہی پہنا اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے، جب بیت المقدس کے بالکل سامنے پہنچے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باری نکیل پکڑنے کی تھی اور غلام کے سوار ہونے کی تھی، اس لئے غلام اوپر سوار تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکیل پکڑی ہوئی تھی۔

جب انہوں نے یہ دیکھا تو پہلا سوال یہی کیا کہ امیر المومنین اوپر ہے، یا نیچے؟ تو اس پر یہ کہا گیا کہ اوپر غلام ہے اور نیچے امیر المومنین ہیں...... تو انہوں نے یہ کہا کہ خدا کی قسم ہماری کتابوں میں یہی لکھا ہوا ہے (یہ فرماتے ہوئے حضرت آبدیدہ ہوگئے، ناقل)

اس لئے انہوں نے بیت المقدس کے دروازے کھلوا دیئے، اس طرح بیت المقدس فتح ہوگیا۔

تو میں نے یہ واقعہ عرض کرنے کے بعد ان صاحب سے کہا کہ امیر المومنین تو حفاظت کے لئے لشکر لے کر نہیں گئے، مگر تم لشکر ساتھ لے کر چلتے ہو، اور تم قوم کا پیسہ خرچ کر رہے ہو، تمہیں اس کا اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دینا ہوگا یہ میں تمہیں لکھ کر دیتا ہوں۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ ہمارے اس طرح کے حضرات یہ جو قوم کا پیسہ اس طرح کی چیزوں پر لگاتے ہیں، یہ کیسے جائز ہوگا؟ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ختم شد)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

اہلِ علم کو وقت کے ضیاع اور فضول اختلاط سے بچنے کی ضرورت

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آج کل لوگ وقت کی قدر ہی نہیں جانتے، حالانکہ زندگی کی ہر گھڑی، ہر سیکنڈ اور منٹ اتنا قیمتی ہے کہ ساری دنیا بھی اس کی قیمت نہیں ہوسکتی، مرتے وقت اس کی قدر معلوم ہوگی کہ ہائے ہم سے کتنا بڑا خزانہ فضول برباد ہوگیا، اس وقت آپ تمنا کریں گے کہ کاش ہم کو ایک دو منٹ کی اور مہلت مل جائے، وقت آنے کے بعد نہ ایک منٹ اِدھر ہوسکے گا، نہ اُدھر۔ غرض وقت بہت قابلِ قدر چیز ہے، لیکن لوگ اس کی قدر نہیں کرتے، فضول باتوں میں ضائع کردیتے ہیں (استاد اور شاگرد کے حقوق اور تعلیم وتربیت کے طریقے ص ۱۷۳)

اگرچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے وقت کی قدر نہ کرنے کی شکایت عام لوگوں سے فرمائی ہے، مگر آج کل بکثرت دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے اہلِ علم حضرات بھی اس تضییعِ اوقات کا شکار ہے، اور فضول باتوں میں بڑا وقت ضائع کردیتے ہیں، اگر وہ یہی وقت مطالعہ، درس وتدریس، اور تبلیغ وتصنیف میں خرچ کریں، یا پھر ذکر وعبادت میں صرف کیا کریں تو کتنا فائدہ ہو۔

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

بے کار وقت کھونا نہایت برا ہے، اگر کچھ بھی کام نہ ہو تو انسان گھر کے کام میں لگ جائے، گھر کے کام میں لگنے سے دل بھی بہلتا ہے، اور عبادت بھی ہے، یہ مجمعوں میں بیٹھنا خطرہ سے خالی نہیں، کسی کی حکایت، کسی کی شکایت، بعض مرتبہ غیبت تک نوبت آجاتی ہے، اس سے اجتناب کی ضرورت ہے (ایضاً ص ۱۷۴)

واقعی حضرت نے درست فرمایا کہ بلاضرورت مجمعوں میں بیٹھنا اور اختلاط پیدا کرنا خطرہ سے خالی نہیں، کیونکہ اس کے نتیجہ میں تضییعِ اوقات کے علاوہ اور بھی کئی گناہ سرزد ہوتے ہیں، اہلِ علم حضرات کے لئے اس چیز کا اہتمام بہت ضروری ہے، کہ وہ تضییعِ اوقات اور فضول اختلاط سے پرہیز کریں۔

واقعہ یہ ہے کہ فضول تعلقات بڑھانے اور اختلاط پیدا کرنے والے حضرات کے اوقات میں قطعاً برکت نہیں ہوتی، اور اگر کوئی ساری زندگی اس میں مبتلا رہے تو واقعی اس کی ساری زندگی اسی طرح گزر جاتی ہے، نہ تو دین کا کام صحیح طور پر ہو پاتا اور نہ دنیا کا۔ اللہ تعالیٰ وقت کے ضیاع اور فضول اختلاط سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط۲۸)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

(۱۲)......حج کا صحیح طریقہ اورحج کی غلطیاں

اس کتاب میں مختصراور سہل انداز میں حج وعمرے،خصوصاً ''حج تمتع'' کا صحیح طریقہ اوران سے متعلقہ اہم مسائل، حج وعمرے کی تیاری،سفر کے احکام،احرام کا طریقہ اوراس کی پابندیاں،اورحج کے پانچوں دنوں کے اعتبار سے علیٰحدہ علیٰحدہ مناسک بیان کیے گئے ہیں،اورآخر میں''حج کی غلطیاں'' کے عنوان سے ایک مستقل مضمون بھی شامل ہے۔

(۱۳)...... پانی کا بحران اوراس کا حل

اس کتاب میں پانی کا عظیم نعمت ہونا،پانی کے چندفوائداورضروریات،بارش کی نعمت،بارش وپانی کی کمی کے اسباب،بارش وپانی کی کمی کا حل وعلاج بیان کیا گیا ہے،اس کے علاوہ بارش سے متعلق چندمسنون دعائیں بھی آخر میں شامل کی گئی ہیں۔

(۱۴)......ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا شرعی حکم

اس کتاب میں مَرد حضرات کے لئے ٹخنوں سے نیچے تہبند،شلوار،پائجامہ،کرتہ اورپتلون وغیرہ لٹکانے پر احادیث وروایات میں واردشدہ سخت وعیدوں اورتنبیہوں کا ذکر،تکبراوربغیر تکبر کے اورنماز وغیرنماز میں اس عمل کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے،اس کے علاوہ نماز پڑھنے کے وقت کپڑا ٹخنوں سے اوپر کھینچ لینے اورموڑ لینے (Fold کرنے) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مختلف حیلے اور بہانے اور جدّت واباحیت پسندوں کے شبہات،اوران کے جوابات دیئے گئے ہیں،اورخواتین کے ٹخنوں سے اوپر شلوارکرنے کی شرعی حیثیت کوواضح کیا گیا ہے۔

(۱۵)......زلزلہ اوراس سے حفاظت

اس کتاب میں عذابِ الٰہی اوراس کے اسباب،زلزلہ کے حقیقی اسباب،بعض پہلی اُمتوں کو گناہوں کی

Idara Ghufran

بدولت زلزلہ کی سزا، زلزلہ سے حفاظت کے حقیقی اسباب، ظاہری حفاظتی تدابیر کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱۶)......اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم

اس کتاب میں مروّجہ مجالسِ ذکر و درود شریف منعقد کرنے اور ان میں شریک ہونے کا شرعی حکم، قولی و فعلی ذکر، احادیث و روایات اور کتبِ فقہ میں وارِد شُدہ مجالسِ ذکر کی حقیقت، بلند آواز سے ذکر کرنے، ضرب لگانے اور وجد میں آنے کی شرعی حیثیت، صحابۂ کرام، محقق علمائے دین اور اکابرِ امت کی تصریحات، فقہائے کرام اور صوفیائے کرام کے مؤقف میں ظاہری ٹکراؤ اور کئی شبہات کا حل، عربی عبارات اور حوالہ جات کی روشنی میں مسئلہ ھٰذا پر مفصّل و مدلّل بحث کی گئی ہے، اور آخر میں اس مضمون پر دیگر اہلِ علم حضرات کی آراء و تبصرے بھی شامل ہیں۔

(۱۷)......تذکرہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ حضرت تھانوی)

اس کتاب میں حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ اور بزمِ اشرف کے آخری چراغ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی صاحب رحمہ اللہ کے چند عبرت و بصیرت آمیز حالات و واقعات اور مزاج و مذاق کا اجمالی نقشہ کھینچا گیا ہے۔

(۱۸)......کھانے پینے کے آداب

اس کتاب میں کھانے پینے اور دعوتِ طعام کی اسلامی تعلیمات و ہدایات اور سنن و آداب؛ کھانے پینے کے شرعی و طبّی قواعد و ضوابط اور فوائد و منافع مفاسد و مضرات؛ اور علمی و تحقیقی پہلوؤں پر مدلّل بحث کی گئی ہے

(۱۹)......مشورہ و استخارہ کے فضائل و احکام

اس کتاب میں مشورہ و استخارہ کی فضیلت و اہمیت، مشورہ کرنے اور دینے والے اور مشورہ کئے جانے والے کاموں کے اصول و آداب، اور مشورہ پر مرتب ہونے والے فوائد و منافع۔ مسنون استخارہ کا طریقہ، استخارہ کے مسائل، استخارہ کے نتیجہ اور ثمرہ کی تحقیق، غیر شرعی استخارے اور استخارہ کے متعلق رائج منکرات و بدعات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن، حدیث، صحابۂ کرام، فقہائے عظام، محدثین اور اکابرین علماء و حکماء کے حوالہ جات کی روشنی میں مدلّل و مفصّل ابحاث کو شامل کیا گیا ہے۔

(۲۰)......حالاتِ عشرت و مکتوباتِ مسیح الامت

یہ کتاب حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے براہِ راست شرفِ بیعت

کے حامل اورحضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے دوعظیم خلفاؤں (حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی ،وحضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ) کے اجازت وصحبت یافتہ بزرگ جناب حضرت محمد عشرت علیخان قیصر صاحب مدظلہم کے حالاتِ زندگی ،اورحضرت مسیح الامت جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کی اصلاحی مراسلت ومکاتبت کا مجموعہ ہے۔

(۲۱)......مَرد وعورت کی نماز میں فرق کا ثبوت

کیامرداورعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں؟اوردونوں کی نماز کاطریقہ ایک جیسا ہے؟ اس سلسلہ میں احادیث وروایات ،صحابہ وتابعین کے آثارکیا کہتے ہیں؟اورمحدثین وفقہائے کرام نیز اہلُ السنۃ والجماعۃ اس سلسلہ میں کیاارشاد فرماتے اورکیا موقف رکھتے ہیں؟اس سلسلہ میں وارِد ہونے والی احادیث وروایات کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ کیامرداورعورت کی نماز کےایک جیسا ہونے اوردونوں کی نماز میں کوئی فرق نہ ہونے کی کوئی دلیل موجود ہے؟ان تمام باتوں کے مفصّل ومدلّل جوابات اس کتاب میں شامل ہیں۔

(۲۲)......وظیفہ

قرآنی آیات پرمشتمل دین، دنیا کی خیر حاصل کرنے اورآسیب، جادو،نظرِ بد،آفات، بلیات، جنات، حادثات،بیماریوں،دشمنوں،جسمانی خطرات سے حفاظت کا آزمودہ مجرب وظیفہ ہے۔

(۲۳)......شادی کوسادی بنائیے

اس کتاب میں شادی کوسادی بنانے کاطریقہ،شادی کوسادی بنانے کے دنیوی اوراخروی فوائد ونتائج،حضور ﷺ اورصحابۂ کرام کے مسنون نکاح کے نمونے،رسموں کی دنیاوی واُخروی تباہ کاریاں بیان ہوئی ہیں۔

(۲۴)......موزوں اورجرابوں پرمسح کے احکام

وضومیں پاؤں دھونے اورموزوں پرمسح کی شرعی حیثیت؛کس قسم کے موزوں پرمسح کرنا جائز ہےاورکس قسم کے موزوں پرمسح کرنا جائزنہیں؟ چمڑے کےموزوں کی خصوصیات واوصاف کی کیا شرائط ہیں؟ مروّجہ عام جرابوں پرمسح جائز ہے یاناجائز؟ اس بارے میں صحیح نقطۂ نظرکیا ہے؟ نیزموزوں پرمسح کےسلسلہ میں وارد احادث وروایات کی تحقیق۔

(جاری ہے............)

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان (قسط۹)

(انتخاب از بال جبریل)

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں		ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں		یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر		چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم		مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا		ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا		کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں ۱
گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں		یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

۱ اس نظم میں بظاہر جن حقائق کو شاعر نے کنایات ومجازات کے پردوں میں پیش کیا ہے ہماری ذیل کی نگارشات کے تناظر میں ان کی توضیح شائد ایک دلکش پس منظر کے ساتھ سامنے آئے۔

اسلام (بلکہ اپنے اپنے زمانے میں ہر برحق آسمانی مذہب) کائنات، سلسلہ موجودات اور مبدأ ومعاد کا جو نقشہ پیش کرتا ہے اس کے مطابق زمین وآسمان اور ان کے مابین کا سارا نظام، سب کرّے، سب سیارے وستارے، نظامِ شمسی اور کہکشائیں، انکے قوانینِ تجاذب اور کشش ثقل کے اصول، ان کے گردش ومحوری دوائر اور پورا سسٹم اور ان میں پائی جانے والی اشیاء وموجودات یہ سب کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کن فیکونی امر وتکوین سے پیدا فرمایا ہے، ایک وقت ایسا تھا کہ ان میں سے کچھ بھی نہ تھا، اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ نظام کائنات کی یہ ساری بساط لپیٹ دی جائے گی، اور ایک نیا نظام اور نیا عالم تخلیق پائے گا جس کو عالمِ آخرت کہتے ہیں اس میں جزا و سزا کے مرحلے ہوں گے، جنت وجہنم کے سلسلے ہوں گے، اور اس عالمِ آخرت کی کوئی انتہا نہ ہوگی، ابدالآباد کی زندگی ہوگی، جنت والے ہمیشہ جنت میں اور (خلود فی النار کے مستحق) اہل جہنم ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، جنت اور اس کے باغ و بہار، قصور ومحلات وانہار، حور و غلمان، انواع واقسام کی نعمتیں، جنت کے مختلف درجے، ان کی درمیانی مسافتیں، جنت کا طول وعرض اور اس کی وسعتیں اور اس کے مقابلے میں جہنم کی وسعت وگہرائی، اس کی تپش وحرارت، اس میں انواع واقسام کے عذاب، اس کی ہولناکی ودہشت۔ یہ سب چیزیں قرآن وحدیث میں جس طور پر، جن تفصیلات کے ساتھ بیان ہوئی ہیں وہ انتہائی محیر العقول ہیں۔ دنیا میں جس عقل وفہم، جس دل و دماغ اور جس شعور وادراک، حواس واحساس کے ہم حامل ہیں اس سے ہم اس غیبی نظام اور ان مابعد الموت سلسلوں کا کماحقہٗ احاطہ و ادراک نہیں کر سکتے، مثلاً جنت کے ایک ایک درخت کے پھیلاؤ اور وسعت کا یہ عالم ہے کہ تیز رفتار گھوڑا سو سو سال تک سرپٹ دوڑتا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خردمندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتداء کیا ہے	کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں میری انتہا کیا ہے

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رہے تو اس کی چھاؤں اور سائے کو پار نہ کر سکے، جنت کی حور دنیا میں جھانک لے تو اس کے حسن کی تابانی سے سورج اپنی درخشانی وضو فشانی کھو بیٹھے وہ حور دنیا کے کھارے سمندروں میں تھوک دے تو سارے سمندر مٹھاس سے لبریز اور رسیلے ہو جائیں۔اور یہ جنت وجہنم اپنے ان متعلقات، انعامات وعذابات کے ساتھ اپنے اپنے مقام پر پیدا شدہ اور موجود ہیں، اسی طرح طبق در طبق سات آسمان بھی موجود ہیں۔ان آسمانوں سے اوپر، کرسی ہے، جو ان آسمانوں اور زمینوں کو محیط اور گھیرے ہوئے ہے (وسع کرسیہ السمٰوٰات والارض) اس سے اوپر عرش معلیٰ ہے۔یہ زمین وآسمان کرسی کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے ایک بڑے صحرا میں ایک چھوٹا سا حلقہ، اور کرسی بشمول اس سارے نظام کے عرش معلیٰ کے مقابلے میں ایسے ہی حقیر و بے توقیر ہے جیسے یہ سارے آسمان وزمین کرسی کے مقابلے میں اور پھر ان آسمانوں پر مختلف انبیاء کرام ہیں جیسے کہ حدیث معراج میں اس کی تفصیلات ہیں اور ان آسمانوں میں فرشتے جو مستقل نوری مخلوق ہے موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ کی تحمید وتقدیس میں اور دوسرے تکوینی امور پر مامور ومشغول ہیں، اور اس کثرت سے یہ مخلوق آسمانوں پر موجود ہے کہ از روئے حدیث آسمان ان کے ثقل وبوجھ سے چرچرا رہا ہے اور کوئی بالشت بھر جگہ بھی آسمانوں پر ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ موجود اور تسبیح وتقدیس وغیرہ میں مشغول نہ ہو، اب ایک طرف تو ان اسلامی حقائق وایمانیات کو ملاحظہ فرمائیں جن پر ہر کلمہ گو مسلمان اجمالاً یا تفصیلاً ایمان ویقین رکھتا ہے۔

دوسری طرف کائنات، موجودات، حیاتیات، طبعیات ومابعد الطبعیات کے متعلق الحاد ودہریت پر مبنی وہ مادہ پرستانہ وکافرانہ تھیوریاں، نظریات وتصورات سامنے رکھئے جو گذشتہ تقریباً چارسو سال سے (سترہویں صدی عیسوی سے تاحال) مغرب کے کفریہ ٹکسال گھروں، مادہ پرستانہ دانش کدوں اور فلسفیانہ وخدا باغیانہ دماغوں سے گٹر کی صورت ابل ابل کر ساری دنیا میں پھیلتے رہے اور انسانی نسلوں کو الحادو دہریت اور مادہ پرستی کی اندھیر نگری میں دھکیلتے رہے۔اٹھارہویں صدی اور اس کے بعد برٹش ایمپائر اور دوسری مغربی سامراجی طاقتوں کا جب اسلامی دنیا پر تسلط ہوا تو حاملِ قرآن امت، امت مسلمہ کے لکھوکھا سپوت قرآن مجید جیسی آفاقی وانقلابی کتاب کے ہوتے ہوئے اور اس میں کائنات، موجودات، الٰہیات، فلکیات، عنصریات، طبعیات ومابعد الطبعیات، مبدا اور معاد کے متعلق واشگاف حقائق، تصریحات اور آیات بیّنات کے ہوتے ہوئے مغربی مادہ پرست دہریوں، خدا اور مذہب کے منکر افترا پردازوں کی ہفوات کو نیچرل سائنس وغیرہ خوشنما ناموں سے انگیز کرتے رہے کفر کے دامِ تزویر میں گرفتار ان نام نہاد مسلمانوں پر دہریت، مذہب بیزاری اور مادہ پرستی کا یہ افسوں کچھ اس انداز سے پھونکا گیا اور یہ جادو ان کے ایسے سرچڑھ کر بولا کہ مغربی لادین فلاسفروں کے ملحدانہ نظریات ان کے نزدیک حرفِ آخر اور پتھر کی لکیر تھے اگر یہ نظریات قرآنی تعلیمات سے متصادم تھے تو ان کے نزدیک خود قرآن ہی نعوذ باللہ قابل ترمیم وتاویل تھا یہ کہ یہ باطل نظریات، سرسید کی تفسیر احمدی تحریف والحاد کی جن گلکاریوں سے اٹی پڑی ہے وہ مشرق میں، اسلامی ممالک میں مغرب کے ذہنی غلاموں، مادہ پرست ومذہب بیزار متجددین کی ذہنیت اور الحاد کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے۔مغرب کے ان مادی تصورات کے مطابق کائنات اور سلسلۂ موجودات کسی خدا کے وجود، اس کے تخلیقی عمل اور اس کی کن فیکونی طاقت کا مرہونِ منت نہیں بلکہ از خود وجود میں آیا اور اسباب ومسببات کے طبعی قوانین کے تحت یہ سارا سلسلہ خود بخود چل رہا ہے، مادہ ہی اس سلسلۂ موجودات کی اصل اور اس کائنات کے لئے اول واخر ہے اور مادہ خود بخود ہے، دائمی ہے، کسی نے اسے پیدا نہیں کیا۔جنت وجہنم، عرش، کرسی، تہہ بہ تہہ آسمان یہ بے حقیقت باتیں ہیں۔اور حقائق وہی ہیں جو مشاہدہ وتجربہ سے ثابت ہوں، اَن دیکھی طاقتیں، غیبی نظام، فرشتے، وحی کے سلسلے یہ سب خوش کن خیالات اور کہنے کی باتیں ہیں۔اندازہ لگانا چاہئے کہ اس قسم کے فلسفہ وتصورات پر جس جدید دنیا، جس ماڈرن ورلڈ کی بنیاد پڑی ہے اور اس کی اُٹھان ہوئی ہے، اس میں جزا وسزا، حشر ونشر، جنت وجہنم، قبر وآخرت وغیرہ امور کس شمار میں آسکتے ہیں۔اسلامی دنیا کا یہ مغرب گزیدہ طبقہ (جس کا اوپر ذکر ہوا) اقبال کے کلام میں خاص طور پر پیش نظر اور ملحوظ خاطر نظر آتا ہے، اسلامی حقائق، ایمانی تصورات، روحانی ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے		خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں		تو اقبالؔ اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے
نوائے صبحگاہی نے جگر خوں کر دیا میرا		خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا کیا ہے ؎

﴿ گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

احساسات کے تحت مختلف پیرایوں اور موثر ترین اسالیب اور دردمندانہ لہجے میں مغربی تعلیم وثقافت کی بھٹیوں سے گزرنے والوں اور ان کے فکر و فلسفہ کی بھینٹ چڑھنے والوں کو آپ نے اپنے کلام میں مخاطب کیا ہے اور ان کو ان کی ایمانی اساس، روحانی اقدار، ملی روایات اور پرشکوہ ماضی کا بھولا ہوا سبق پڑھایا ہے۔غور کیا جائے تو ''ستاروں سے آگے جہاں'' کے رمز میں جنت وجہنم، برزخ، عالمِ لاہوت وملکوت۔

''ابھی عشق کے اور امتحاں'' کے کنائے میں، اس ناسوتی زندگی کے بعد پیش آنے والے برزخی مراحل اور اخروی زندگی کے لمبے چوڑے سلاسل ملحوظ ہیں۔ تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں یہاں نورانی وقدوسی مخلوقات کا رواں در کارواں موجود ہیں۔اس طرح آئندہ شعروں میں بھی محض دنیا اور اس کی رنگینی پر فریفتہ ہونے اور زندگی کے اس فانی مرحلے کو ہی سب کچھ سمجھنے کے مغالطے سے نکل آنے کی نصیحت وتذکیر ہے۔

؎ پہلے شعر میں خردمندوں سے مراد فلاسفہ وحکماءِ دہر، سائنسدان اور انکے فلسفیانہ اصول ونظریات ہیں۔فلاسفۂ مادیین کی ساری علمیت وتحقیق، سارا فلسفہ وفکر اور تمام کدوکاوشیں کائنات اور اشیاء کائنات کے حقائق ان کے نکتۂ آغاز اور مخلوقات، (خصوصاً انسان) کی ابتداء و ارتقاء کے گرد گھومتی ہیں۔ جواہر واعراض کی تاریخ، تشکیل وترکیب سے بحث کرتی ہیں۔اور اسی غور وخوض میں اس طبقے کی عمریں فنا ہوتی ہیں۔ ہزاروں سال پہلے کے فلاسفہ یونان سے لے کر موجودہ مغربی فلاسفہ اور سائنسدانوں تک فلسفہ وسائنس کے دانش کدوں کی یہی تاریخ اور یہی ریت وروایت رہی ہے جبکہ انسان کے سامنے زیادہ اہم سوال آغاز سے زیادہ انجام کا ہے، یعنی یہ کہ ہم نے کہاں جانا ہے اور اس زندگی کے بعد ہمیں کیا مراحل پیش آنے ہیں اور ان مرحلوں میں کامیابی وناکامی کے کیا قوانین واصول ہیں۔اس سوال کا جواب مذہب دیتا ہے۔آسمانی تعلیمات دیتی ہیں۔انبیاء کی شریعتیں دیتی ہیں جو انسان کو بتاتی ہیں کہ مرنے کے بعد قبر و برزخ، حساب کتاب، حشر نشر، میزان وپل صراط اور جنت وجہنم کے مراحل ہیں اور یہ موجودہ زندگی ان مراحل کی تیاری کے لئے ہے ان مراحل میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایمان واعمال صالحہ کرنے کے لئے ہے۔انبیاء اور ان کے متبعین، صحابہ وتابعین، علماء واولیاء، اور ہر زمانے کے سب خدا پرست لوگوں کی بڑی فکر یہی رہی ہے کہ ہم نے کہاں جانا ہے اور وہاں ہمیں کیا کیا خطرات پیش آنے والے ہیں اور ان مشکلات وخطرات سے ہم کیسے نجات پائیں گے۔ایمان سے محروم، انبیاء کی صحیح شریعتوں سے محروم فلاسفہ انسان کو درپیش اس سب سے بڑے چیلنج پر غور سے محروم ہیں اور اس کے لئے تیاری سے بھی محروم ہیں کہ ہم نے کہاں جانا ہے، ہمارا انجام کیا ہوگا، ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

دوسرے شعر میں اس انتہاء وانجام یعنی قیامت وآخرت کے مرحلوں میں بھی اور خود دنیا میں بھی مقامِ انسانیت پر فائز ہونے اور پیدا کرنے والے خدا کا مقرب ومحبوب بننے کی ترغیب دی گئی ہے کہ خودی یعنی معرفتِ ذات کی منزلیں سر کرو اس سے تمہیں رب کی معرفت بھی حاصل ہوجائے گی۔قرآن مجید میں خدا فراموشی کی سزا خود فراموشی بتلائی گئی ہے۔**ولا تکونوا کالذین نسو االله فانساھم انفسھم اولٰئک ھم الفاسقون** (الحشر) کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جو خدا کو بھول بیٹھے تو خدا نے انہیں اپنی جانوں سے بھی بھلا دیا یہ فاسق ونافرمان لوگ ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معرفتِ نفس اور معرفتِ رب ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں۔ حدیث شریف میں ہے بندہ میرے قریب ہوتے ہوتے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ میں اس کے آنکھ، کان، ہاتھ، زبان وغیرہ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا، بولتا، سنتا، کرتا، ہے، یعنی اس کی مرضی رب کی مرضی میں فنا ہوجاتی ہے، خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے، اس میں شائد اس حدیث کے مضمون کی طرف اشارہ ہو ﴿ **بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں** ﴾

حلقۂ صوفی میں ذکر بےنم و بےسوز و ساز		میں بھی رہا تشنہ کام، تُو بھی رہا تشنہ کام
عشق تری انتہا، عشق مری انتہا		تو بھی ابھی ناتمام میں بھی ابھی ناتمام
آہ! کہ کھو گیا تجھ سے فقیری کا راز		ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنت روم و شام ۱؎

(جاری ہے......)

﴿گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تیسرے شعر میں مشہور جرمن فلاسفر نیٹشا کی طرف اشارہ ہے۔ یہ فلسفی کچھ مجذوبانہ شان رکھتا تھا، یہ اپنے واردات وافکار سے صحیح نتیجہ اخذ نہ کرسکا اور دہریت کی وادیوں اور گھاٹیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا رہا۔اس نے عیسائی محرّف مذہب جو تثلیث کی شکل میں خرافات کا پلندہ ہے دھجیاں بکھیری ہیں۔مسیحی فلسفہ اخلاق کا پوسٹ مارٹم کیا ہے،اور یہ نیٹشے باوجوداس کے کہ خدا کا منکر ہے لیکن اس کے بعض افکار ومقالات مذہب اسلام کے قریب ہیں۔اقبال مرحوم کے فارسی مجموعہ کلام ''پیام مشرق'' جوایک دوسرے جرمن فلسفی گوئٹے کے ''مغربی دیوان'' کے جواب میں ہے،اس پیامِ مشرق میں نیٹشے کے بارے میں ایک نظم میں یہ بلیغ مصرعہ آ گیا ہے جس سے نیٹشے کی پوری تصویر کھنچ جاتی ہے۔ ع ''قلب اومومن دماغش کافراست''

چوتھے شعر میں نوائے صبحگاہی سے مراد وہی رات کے پچھلے پہر کی آہ وبکا، نالہ وفریاد، دعاء ومناجات ہیں جو ہمیشہ سے اللہ والوں کا شیوہ رہی ہیں اور اقبال مرحوم کو بھی شب زندہ داری کی یہ عظیم دولت حاصل تھی انکے سوانح بلکہ بعض اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ روحانی بالیدگی، ایمانی حرارت اور گہرے اسلامی افکار سے لبریز ان کا درد بھرا کلام بہت کچھ ان نالہائے نیم شبی اور آہِ سحرخیزی کی ہی واردات و سوغات ہے جو انہوں نے اہلِ اسلام کے سامنے پیش کیا اور ان کی غفلت پر تازیانے برسائے، آخری مصرعے میں خطا اور سزا سے لطیف اشارہ غالبًا اس امر کی طرف ہے کہ انسان کی فطرت وطبیعت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے درد اور محبت کا ایک ذرہ بویا ہے۔ اسی محبت کا یہ کرشمہ تھا کہ اس عالمِ ناسوت، جہانِ رنگ و بو اور کون وفساد میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں عہدالست سے پہلے جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساری مخلوقات کو اپنی نیابت وخلافت اور تکلیفِ تشریعی کا منصب پیش کرکے اس بارِ گراں کے اٹھانے کی عام دعوت دی تو سب مخلوقات حتیٰ کہ زمین وآسمان اس بھاری بوجھ کو اٹھانے اور اس کے حقوق نبھانے سے ڈرگئیں اور انہوں نے یہ بارِ امانت اٹھانے سے معذرت کردی لیکن انسان جس کی سرشت میں محبت کی چنگاری دبی ہوئی تھی وہ خدا کی نیابت کی امانت کا یہ بھاری بوجھ اٹھانے پر آمادہ ہوگیا۔جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں اس قدیم حقیقت اور واقعہ کا ذکر ہے اور مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں اس کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (سورة الاحزاب آیت ۷۲)

ترجمہ: ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سوانہوں نے اس کی ذمہ داری کو قبول نہ کیا اور اس سے ڈرگئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا بے شک وہ بڑا ظالم، بڑا جاہل ہے(یعنی اعمالِ صالحہ کی بجاآوری نہ کرنا ظلم اور ایمان وعقیدہ کی تعلیم کے مطابق اختیار نہ کرنا جہالت ہے، پس انبیاء کی تعلیم کے مطابق ایمان و اعمال صالحہ کی بجاآوری اس بارِامانت کی پاسداری ہے اور ایمان یا اعمالِ صالحہ یا دونوں میں انبیاء کی شریعت کی خلاف ورزی امانت اٹھانے کے معاہدے کی خلاف ورزی ہے جس پر سزا ملے گی، حافظ شیرازی نے اپنے دیوان میں یہی مضمون اس شعر میں بیان کیا ہے

آسماں بارِامانت نتواں است کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

۱؎ ان اشعار میں دورِ زوال میں تصوف واہل تصوف (یعنی درویشی وفقیری لائن اختیار کرنے والوں) کا بالعموم سطحی پن اختیار کرنے، اکثر خانقاہی سلسلوں اور صوفیانہ مشغلوں کا روح سے خالی ہونے کا ذکر ہے۔

Idara Ghufran

پیارے بچو! ابوفرحان

نیکی کا بدلہ

پیارے بچو! جانور ہو یا انسان اگر ہم کسی کے ساتھ بھی نیکی اوراحسان کرتے ہیں تو وہ نیکی اور وہ بات ہمیشہ یاد رہتی ہے۔اسی طرح اگر ہم کسی کے ساتھ برائی اور بداخلاقی سے پیش آتے ہیں یا کسی کمزور پر ظلم کرتے ہیں تو وہ بات بھی ہمیشہ یاد رہتی ہے۔تاحیات انسان نہیں بھولتا،فلاں شخص نے میرے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا تھا...... بلکہ جانور تک بھی یاد رکھتے ہیں۔

اگر آپ کسی کتے بلی وغیرہ کو کچھ کھانے کو دیں گے تو وہ دم ہلا، ہلا کر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے......آپ کے پاؤں میں پڑتا ہے......اور اگر آپ اس کو لاٹھی ،ڈنڈا وغیرہ مارتے ہیں تو وہ کئی دنوں تک آپ کے قریب بھی نہیں آتے بلکہ آپ سے ڈرتے ہیں۔

پیارے بچو! ایک بادشاہ کا وزیر تھا اسے شکار کا بہت شوق تھا......وہ اکثر گھنے جنگلوں میں شکار کیا کرتا تھا۔ایک دن جنگل میں شکار کھیل رہا تھا......کہ اسے کسی کے زورزور سے کراہنے کی آواز آئی......اس نے دھیان لگا کر اس آواز کو غور سے سنا کہ آواز کہاں سے آرہی ہے......تو جھاڑیوں کے قریب جا کر اس وزیر نے دیکھا کہ وہاں ایک شیر پڑا ہوا ہے......اور بے ہوشی میں درد اور تکلیف سے کراہ رہا ہے...... پہلے تو وہ وزیر صاحب شیر سے ڈرے.....مگر پھر ان کو خیال ہوا کہ ضرور شیر کو کوئی تکلیف ہے...... جو وہ اس طرح سے کراہ رہا ہے اور درد بھری آوازیں نکال رہا ہے......وزیر صاحب کیونکہ بہت بہادر تھے......اس لئے ہمت کر کے اپنی تلوار ہاتھ میں پکڑ کر شیر کے پاس پہنچ گئے......کیا دیکھتے ہیں کہ شیر کے پنجے میں بہت بڑا اور لمبا سا کانٹا گڑا ہوا ہے......اوراس کانٹے کی تکلیف سے شیر کا پورا پیر سوجا ہوا ہے اور شیر کو بہت تیز بخار بھی ہے۔

وزیر نے ہمت کر کے شیر کا پنجہ پکڑا اور وہ کانٹا کھینچ کر نکال دیا......اپنی چادر سے کپڑا اپھاڑ کر شیر کے پاؤں میں پٹی باندھ دی......کانٹے کے نکلتے ہی شیر کی ساری تکلیف ختم ہوگئی اور وہ بھلا چنگا ہو گیا......اور جنگل کی راہ لی......کافی عرصہ گذر گیا اور وزیر صاحب اس واقعہ کو بھول گئے۔

پیارے بچو! پہلے زمانے بادشاہ مجرموں کو طرح طرح کی سزائیں دیا کرتے تھے کہ کسی کو بھوکے شیر کے

Idara Ghufran

پنجرے میں ڈلوا دیا کرتے اور شیر پھر اس کو چیر پھاڑ کر ختم کر دیتا...... یا ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوا دیا جاتا۔
کافی عرصہ کے بعد نجانے وزیر سے کیا غلطی اور خطا سرزد ہوئی کہ بادشاہ سلامت اس وزیر سے سخت ناراض اور خفا ہوگئے اور جلادوں کو حکم دیا کہ وزیر کو بھوکے شیر کے سامنے ڈال دیا جائے...... حکم کی تعمیل کی گئی وزیر صاحب کو جلادوں نے اٹھا کر شیر کے سامنے ڈال دیا...... شیر دہاڑتا ہوا وزیر کی طرف جھپٹا ...... اور قریب آ کر وزیر کے پیروں میں پڑ گیا...... وزیر بہت حیران ہوا...... پھر اس نے غور سے دیکھا تو شیر کے پاؤں پر زخم کا نشان تھا...... یہ وہی شیر تھا جس کا وزیر نے کانٹا نکالا تھا......
جلادوں نے شیر کے پاس وزیر کو صحیح سلامت بیٹھے دیکھا تو حیران ہوگئے اور بادشاہ کو اس کی اطلاع دی...... بادشاہ نے حکم دیا کہ وزیر کو دربار میں پیش کیا جائے...... وزیر کو دربار میں لایا گیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ شیر نے کئی دن کا بھوکا ہونے کے باوجود تم پر حملہ نہیں کیا...... تو وزیر نے سارا ماجرا بادشاہ کو سنایا...... بادشاہ نے یہ واقعہ سن کر وزیر کو معاف کر دیا اور انعام واکرام سے بھی نوازا۔
وزیر نے درخواست کی کہ بادشاہ سلامت شیر کو بھی آزاد کر کے جنگل میں بھیج دیں...... بادشاہ نے حکم دیا کہ شیر کو بھی آزاد کر کے جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔
پیارے بچو! ایک چھوٹی سی نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وزیر کو نئی زندگی عطا فرمائی اور شیر بھی دوبارہ آزاد ہو کر جنگل میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنے سہنے لگا۔ ہمیں بھی ہر ایک کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا معاملہ کرنا چاہیئے اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، ہر اک نیکی کا بدلہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ملتا ہے
پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ اس لئے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیئے، جانور ہو یا انسان ہمیشہ سب کا خیال کرنا چاہیئے۔

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شرم وحیا (دوسری وآخری قسط)

حیاء کی اقسام

بعض علماء کرام نے حیاء کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱)......شرعی حیاء

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کام شرعاً بُرے ہیں ان سے رکنا۔ شرعی حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ تمام ناجائز کاموں سے بچا جائے خواہ وہ کام ہمارے رسم ورواج میں بھی بُرے سمجھے جاتے ہوں (جیسے والدین کو گالیاں دینا۔ یا اولاد پر ظلم کرنا کہ یہ کام شرعاً بھی ناجائز ہیں اور ہمارے رسم ورواج میں بھی ان کو برا کام سمجھا جاتا ہے)۔ یا رسم ورواج میں برے نہ سمجھے جاتے ہوں (جیسے دیور، جیٹھ سے یا قریبی غیر محرموں سے پردہ نہ کرنا کہ یہ کام اگرچہ ہمارے معاشرے میں برا نہیں سمجھا جاتا لیکن شرعاً یہ ناجائز کام ہے)۔ اس لئے شرعی حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ اس قسم کے کاموں سے بھی بچا جائے۔ اسی طرح وہ کام جو رسم ورواج کے لحاظ سے ضروری یا اچھے سمجھے جاتے ہیں جیسے شادی غمی کی مروجہ رسومات و بدعات وغیرہ کرنا یا ان رسومات میں شریک ہونا لیکن شرعاً چونکہ یہ ناجائز ہیں اس لئے اس طرح کے کاموں سے بچنا بھی شرعی حیاء کا تقاضا ہے۔

(۲)......عقلی حیاء

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کام عقلاً برے ہیں ان سے رکنا۔ عقلی حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ جو کام انجام اور نتیجہ کے اعتبار سے مفید نہیں ہیں ان سے بچا جائے جیسے زہریلی چیز کھانا وغیرہ۔

چونکہ اس طرح کے کام شرعاً بھی ممنوع ہیں اس لئے نتیجہ کے اعتبار سے شرعی حیاء اور عقلی حیاء کے تقاضوں میں عموماً ٹکراؤ نہیں ہوتا۔

(۳)......عرفی حیاء

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کام ہمارے معاشرے اور رسم ورواج میں برے سمجھے جاتے ہیں ان سے بچنا۔

جیسے کوئی خاتون دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی وغیرہ سے پردہ کرنے سے اس وجہ سے ہچکچائے کہ اس کو ہمارے معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا یہ ہچکچاہٹ عرفی حیاء ہوگی نہ کہ شرعی حیاء۔ چنانچہ رسمی رواجی کاموں کو عموماً اسی طرح کی شرما حضوری کی وجہ سے کیا جاتا ہے کہ دل میں اور بسا اوقات زبان پر بھی یہ بات آجاتی ہے کہ لوگ کیا سوچیں گے، برادری والے کیا کہیں گے۔ گویا لوگوں کی باتوں اور طعن وتشنیع کے خوف سے کام کیا جارہا ہے اللہ کا حکم پورا کرنے کے جذبے سے کام نہیں کیا جارہا۔

عرفی حیاء کا تقاضا کبھی شریعت کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی شریعت کے خلاف۔ اس لئے جہاں عرفی حیاء کا تقاضا شرعی اصولوں کے خلاف ہو وہاں عرفی حیاء کے تقاضے کی بجائے شرعی حکم کو ترجیح دینا ضروری ہوگا۔

(۴)......طبعی حیاء

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کا انسان عادی نہیں اس کو کرنے سے رکنا۔ جیسے شادی کے بعد شروع شروع میں بعض خواتین کو والدین وغیرہ کے سامنے اپنے شوہر سے بے تکلف ہو کر باتیں کرنے اور ہنسنے بولنے سے شرم آتی ہے۔

شرعی حیاء کا مطلوب ہونا

اصل مطلوب شرعی حیاء ہے اس کو حاصل کرنا ضروری ہے لہٰذا اسی کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ سے حیاء

جاننا چاہئے کہ حیاء کا تعلق صرف انسانوں ہی سے نہیں ہے۔ بلکہ حیاء کے سب سے زیادہ مستحق اللہ تعالیٰ ہیں جنہوں نے انسان کو پیدا کیا اور انسان کا ہر عمل اور ہر حال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ شرم وحیا کرنے والے انسان کو سب سے زیادہ شرم وحیا اپنے ماں باپ، اساتذہ اور اپنے بڑوں اور محسنوں سے ہوتی ہے اور ہونی چاہئے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب بڑوں سے بڑا ہے اور ہمارا رب حقیقی اور محسنِ حقیقی ہے لہٰذا انسان کو سب سے زیادہ شرم وحیاء اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے۔

اور اس حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ جو کام اور جو بات بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کے خلاف ہو انسان خود ہی اس کے کرنے سے شرم وحیاء کی وجہ سے ہچکچائے۔ اور اس سے باز رہے۔

ایک حدیث شریف میں اس طرف بھی رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قُلْنَا إِنَّا نَسْتَحْيِي مِنَ اللهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ قَالَ لَيْسَ ذَاكَ وَلَكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى وَالْبَطْنَ وَمَا حَوَى وَتَذْكُرُ الْمَوْتَ وَالْبِلَى وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا وآثَرِ الْآخِرَةَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيَا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الْحَيَاءِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کرو جیسی اس سے حیاء کرنی چاہئے۔ ہم نے عرض کیا الحمد للہ ہم اللہ (تعالیٰ) سے حیاء کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہیں (یعنی حیا کا مفہوم اتنا محدود نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں۔ اُن سب کی نگہداشت کرو اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے اس سب کی نگرانی کرو (یعنی بُرے خیالات سے دماغ کی اور حرام و ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں جو حالت ہونی ہے اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائیگا اور اس چندروزہ زندگی کے عیش کے مقابلہ میں آگے آنے والی زندگی کی کامیابی کو اپنے لئے پسند اور اختیار کرے گا پس جس نے یہ سب کیا سمجھو کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق اس نے ادا کیا (جامع ترمذی)

تشریح: اس حدیث کے آخری حصہ سے ایک اصولی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا حق وہی بندے ادا کر سکتے ہیں جن کی نظر میں اس دنیا اور اس کے عیش و عشرت کی کوئی قیمت نہ ہو اور دنیا کو ٹھکرا کے آخرت کو انہوں نے اپنا نصب العین بنا لیا ہو۔ اور موت اور موت کے بعد کی منزلیں ان کو ہر وقت یاد رہتی ہوں اور جس کا یہ حال نہ ہو وہ خواہ کیسی ہو باتیں بناتا ہو اس حدیث کی رو سے اُس نے اللہ تعالیٰ سے حیاء کا حق ادا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرم و حیاء کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین۔

آپ کے دینی مسائل کا حل　　ادارہ

قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی لازم ہونے کا ثبوت

سوال

اس مسئلہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ اگر کسی کی نماز قضا ہوجائے تو کیا اس کو پڑھنا ضروری ہے، یا اس کے لئے توبہ کافی ہے؟

کیونکہ آج کل بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر نماز قضا ہوجائے، تو اس کے لئے توبہ کافی ہے، اور اس کو قضا پڑھنے کی ضرورت نہیں، اور یہ جو لوگ قضائے عمری (مثلاً ہر ادا نماز کے ساتھ قضا شدہ نمازوں میں سے ایک ایک نماز) پڑھتے ہیں، اس کا اسلام میں کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔

اور اس کے برعکس بعض دیہات میں قضائے عمری کا یہ طریقہ رائج ہے کہ وہ رمضان کے جمعۃُ الوداع میں باجماعت دو رکعتیں قضائے عمری کی نیت سے پڑھتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے زندگی بھر کی قضا نمازیں ادا ہوجاتی ہیں، جبکہ بعض لوگ حرمین شریفین (مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی) میں اس غرض سے قضائے عمری پڑھتے ہیں کہ یہاں پر ایک وقت کی نماز سے پچاس ہزار یا ایک لاکھ وقت کی نمازیں ذمہ میں سے ادا ہوجاتی ہیں، کیونکہ مسجدِ حرام میں ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ رکعتوں کے برابر، اور مسجدِ نبوی میں ایک رکعت کا ثواب پچاس ہزار رکعتوں کے برابر حاصل ہوتا ہے۔

اور جب اس سلسلہ میں ہم نے بعض علماء سے سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہر قضا شدہ نماز کو الگ الگ پڑھنا ضروری ہے، اور جب تک قضا شدہ نماز ادا نہ کی جائے، اس وقت تک وہ ذمہ میں فرض رہتی ہے

ان لوگوں میں سے کس کی بات درست ہے، اور کس کی غلط؟

امید ہے کہ مفصل و مدلل جواب سے مستفید فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اور جن چیزوں پر اسلام کی بنیاد قائم کی گئی ہے، ان میں ایمان کے بعد سب سے پہلی چیز اور پہلا رُکن نماز ہے۔

Idara Ghufran

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری ومسلم ،ترمذی، نسائی، مسند احمد)

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے اول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، دوسرے نماز کا قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ ادا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان المبارک کا روزہ رکھنا (ترجمہ ختم)

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جا بجا نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور صرف سورہ بقرہ میں تین مرتبہ نماز کو قائم کرنے کا ان الفاظ میں حکم دیا گیا ہے کہ:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۴۳)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو (ترجمہ ختم)

وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ (سورہ بقرة آیت نمبر ۸۳)

ترجمہ: اور تم نماز قائم کرنا اور زکاۃ ادا کرنا (ترجمہ ختم)

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ (سورہ بقرہ آیت ۱۱۰)

ترجمہ: اور قائم رکھو نماز کو اور ادا کرو زکاۃ کو (ترجمہ ختم)

اور ایک موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَاتَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (سورہ روم آیت ۳۱)

ترجمہ: اور نماز کو قائم کرو، اور مشرکین میں سے مت ہو جاؤ (ترجمہ ختم)

ایک مسلمان کو شرک و کفر سے روکنے والی چیز نماز ہے، اور جب وہ نماز نہیں پڑھتا تو وہ شرک و کفر کے بہت قریب ہو جاتا ہے، اور شرک و کفر میں مبتلا ہونے کے خطرات بہت بڑھ جاتے ہیں، کیونکہ نماز چھوڑ دینے سے انسان کا ایمان بہت ناقص اور کمزور ہو جاتا ہے۔

اور اسی حیثیت سے بہت سی احادیث میں جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کو کفر و شرک قرار دیا گیا ہے۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوکِ الشَّمْسِ إِلَی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (سورة الاسراء، آیت ۷۸)

ترجمہ: نماز کو قائم کیجئے، سورج ڈھلنے کے وقت سے رات کا اندھیرا ہونے تک، اور فجر کی نماز بھی قائم کیجئے (ترجمہ ختم)

سورج ڈھلنے سے لے کر رات کا اندھیرا ہونے تک چار نمازیں مراد ہیں، ظہر تا عشاء، اور فجر کی نماز کا ''وَقُرْآنَ الْفَجْرِ'' میں ذکر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کو اپنے اپنے وقت پر قائم کرنا فرض ہے۔

اور کیونکہ نماز دن رات میں پانچ وقت فرض ہے، اسی لئے ہر نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کی سخت اہمیت وتاکید بیان کی گئی ہے، اور نماز کو اپنے وقت سے مؤخر اور قضا کرنے کو سخت گناہ قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا(سورہ نساء آیت ۱۰۳)

ترجمہ: پس تم نماز قائم کرو، بلاشبہ نماز مومنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے، اور نماز کو قضا کر دینا گناہ ہے۔

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى. وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا (سورہ بقرۃ آیات نمبر ۲۳۸، ۲۳۹)

ترجمہ: حفاظت کرو سب نمازوں کی، اور (خاص طور پر) درمیان والی نماز کی (جس سے مراد عصر کی نماز ہے، عندالاکثر) اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجز بن کر، پھر اگر تم کو (باقاعدہ نماز پڑھنے میں کسی دشمن وغیرہ کا) اندیشہ ہو، تو کھڑے کھڑے یا سواری پر چڑھے چڑھے (جس طرح بن سکے) پڑھ لیا کرو (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کو وقت پر پڑھنے کی اتنی تاکید ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے قبلے کی طرف منہ نہ ہو سکے یا رکوع وسجدہ صرف اشارہ ہی سے ممکن ہو، تب بھی جس طرح ممکن ہو، نماز پڑھنا ضروری ہے۔

اس قسم کی اور بھی آیات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا ضروری اور ان کو قضا کرنا سخت گناہ ہے، کوئی عبادت اس کے مقررہ وقت پر ادا کی جائے تو اس کو ''ادا'' کہا جاتا ہے، اور مقررہ وقت گزر جانے کے بعد ادا کی جائے تو اسے ''قضا'' کہا جاتا ہے۔

اور یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نماز، روزہ جو عبادت بھی اپنے مقررہ وقت پر ادا کی جاتی ہے، اس کے جو فضائل وفوائد ہیں، وہ قضا ہونے کے بعد ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ (ترمذی، باب ماجاء فی الافطار متعمدا، مسند احمد حدیث نمبر ۹۷۰۰، سنن کبریٰ للنسائی حدیث نمبر ۳۲۷۸، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۷۴۷۵، صحیح ابن خزیمة، مشکل الآثار للطحاوی)

''جو شخص قصداً بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے تو پھر رمضان کے علاوہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتا''

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ لَقِيَ اللَّهَ بِهِ، وَإِنْ صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهُ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ" (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۹۴۵۹)

''جس نے رمضان کے ایک روزے کو بھی بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑ دیا، تو اگرچہ اس نے پوری عمر روزے رکھے ہوں، مگر وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا، کہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس کو معاف فرما دیں، اور چاہیں تو اس کو عذاب دیں''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مصنف عبدالرزاق، سنن کبریٰ بیہقی میں بھی تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔

اگر کسی نے رمضان کا روزہ بلا عذر رکھا ہی نہیں تو ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ سے اگرچہ قضاء ہو جائے گی لیکن یہ حکم فریضہ کے ادا ہونے سے متعلق ہے جہاں تک برکت اور فضیلت کا تعلق ہے تو وہ بلا شبہ کسی طرح ہاتھ نہیں آسکتی، حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے اور موسم کے اعتبار سے چیزوں کی قیمت بڑھتی اور چڑھتی ہے۔

لہٰذا اپنے وقت میں روزہ رکھنے پر جو کچھ ملتا ہے بعد میں اس کی قضاء رکھ لینے پر وہ فضیلت حاصل نہیں ہو پاتی، یہی معاملہ نماز کا بھی ہے۔

بہر حال اگر کوئی شخص وقت پر نماز نہیں پڑھتا، اور اس کی نماز قضا ہو جاتی ہے، خواہ عذر کی وجہ سے قضا ہوئی ہو یا بغیر عذر کے، تو اس کو قضا ہونے کے باوجود ادا کرنا ضروری رہتا ہے، خواہ قضا شدہ نمازوں کی تعداد کم ہو یا زیادہ، نماز قضا ہونے کے بعد جہاں تک ہو سکے اس کو جلد از جلد ادا کرنا چاہئے، اور اس میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔

چاروں فقہاء اور جمہور کے نزدیک قضا شدہ نماز کو پڑھنا لازم ہے

اور ذمہ میں قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی لازم ہونے پر جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ اور چاروں فقہائے کرام کا اجماع واتفاق ہے۔

چنانچہ امام الحدیث والفقہ ابوعبداللہ محمد بن نصر مروزی (المتوفی ۲۹۴ھ) فرماتے ہیں:

فإذا ترک الرجل صلاة متعمدا حتى يذهب وقتها فعليه قضاؤها لا نعلم فی ذلک اختلافا إلا ما يروى عن الحسن ، فمن أكفره بتركها استتابه وجعل توبته وقضاءه إياها رجوعا منه إلى الإسلام ، ومن لم يكفر تاركها ألزمه المعصية وأوجب عليه قضاءها (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزى ، تحت حديث رقم ۹۱۲)

ترجمہ: جب آدمی جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، یہاں تک کہ اس کا وقت ختم ہو جائے، تو اس پر اس کی قضا لازم ہے، ہمیں اس بارے میں کسی کے اختلاف کا علم نہیں، سوائے حسن سے مروی ہونے کے، پس جس نے نماز کے چھوڑنے کو کفر قرار دیا، تو اس نے توبہ کو لازم کیا، اور اس کی توبہ کرنے اور نماز کے قضا کرنے کو اسلام کی طرف رجوع قرار دیا، اور جس نے نماز چھوڑنے کو کفر قرار نہیں دیا، تو اس نے اس کو گناہ قرار دیا، اور اس پر قضا کو واجب قرار دیا (ترجمہ ختم)

آگے ہم اس سلسلہ میں چاروں اہلِ حق فقہ کی عبارات ذکر کرتے ہیں۔

فقہ حنفی کی عبارات

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

كُلُّ صَلَاةٍ فَاتَتْ عن الْوَقْتِ بَعْدَ وُجُوبِهَا فيه يَلْزَمُهُ قَضَاؤُهَا سَوَاءٌ تَرَكَ عَمْدًا أو سَهْوًا أو بِسَبَبِ نَوْمٍ وَسَوَاءٌ كانت الْفَوَائِتُ كَثِيرَةً أو قَلِيلَةً (الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلاة، الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت)

ترجمہ: ہر وہ نماز جو وقت کے اندر واجب ہونے کے بعد وقت قضا ہو جائے، تو اس کی قضا لازم ہے، چاہے جان بوجھ کر چھوٹی ہو، یا بھولے سے یا نیند کی وجہ سے، اور خواہ فوت شدہ نمازوں کی تعداد زیادہ ہو یا تھوڑی (ترجمہ ختم)

اور تبیینُ الحقائق میں ہے:

وَالْقَضَاءُ وَاجِبٌ أَيْ لِلْفَائِتَةِ تَرَكَهَا نَاسِيًا أَوْ لِعُذْرٍ غَيْرِ النِّسْيَانِ أَوْ عَامِدًا (تبیین

الحقائق، بَابُ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ)

ترجمہ: فوت شدہ نماز کی قضا واجب ہے، خواہ بھولے سے فوت ہوئی ہو، یا بھول کے علاوہ کسی عذر کی وجہ سے یا جان بوجھ کر (ترجمہ ختم)

اورالجوہرۃ النیرہ میں ہے:

(وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ قَضَاهَا إذَا ذَكَرَهَا) ، وَكَذَا إذَا تَرَكَهَا عَمْدًا فِسْقًا أَوْ مَجَانَةً أَيْ قِلَّةَ مُبَالَاةٍ يَجِبُ الْقَضَاءُ أَيْضًا لَكِنْ لِلْمُسْلِمِ عَقْلٌ وَدِينٌ لَا يَرِدُ عَلَيْهِ التَّفْوِيتُ قَصْدًا فَعَبَّرَ عَنْهُ بِالتَّفْوِيتِ لِحُسْنِ ظَنِّهِ بِهِ وَحَمْلًا لِأَمْرِهِ عَلَى الصَّلَاحِ (الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت)

ترجمہ: اور جس کی نماز فوت ہوجائے، تو اس کو یاد آنے پر قضا کرے، اور اسی طرح جبکہ جان بوجھ کر گناہ کے طور پر چھوڑ دے، یا لاپرواہی کی وجہ سے چھوڑ دے، تب بھی قضا واجب ہے، لیکن مسلمان صاحبِ عقل اور دین ہوتا ہے، اس لئے جان بوجھ کر نماز کو فوت کردینا اس کی شان کے لائق نہیں، اس لئے مسلمان سے حسنِ ظن اور اس کے معاملہ کو نیکی پر محمول کرنے کی وجہ سے اس کو (جان بوجھ کر بلا عذر چھوڑ دینے کی بجائے) فوت ہونے سے تعبیر کیا (ترجمہ ختم)

فقہ حنبلی کی عبارات

حنابلہ کی کتاب الفروع میں ہے:

وَيَجِبُ قَضَاءُ الْفَوَائِتِ (الفروع لابن مفلح، كتاب الصلاة، باب المواقيت، فصل ولا تبطل الصلاة بخروج وقتها وهو فيها)

ترجمہ: اور فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے (ترجمہ ختم)

اورالاقناع میں ہے:

ومن فاتته صلاة مفروضة فأكثر لزمه قضاؤها (الإقناع، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

ترجمہ: اور جس کی کوئی فرض نماز خواہ وہ زیادہ ہوں فوت ہوجائیں، تو ان کی قضا لازم ہے (ترجمہ ختم)

اورالاختیارات الفقہیہ میں ہے:

ويجب قضاء الفوائت على الفور وهو مذهب أحمد وغيره (الاختيارات

الفقهية، ج ۱ ص ۳۵)

ترجمہ: اور فوت شدہ نمازوں کی قضا فی الفور واجب ہے، امام احمد وغیرہ کا یہی مذہب ہے (ترجمہ ختم)

زاد المستقنع میں ہے:

ويجب فورا قضاء الفوائت مرتبا ويسقط الترتيب بنسيانه وبخشية خروج "وقت اختيار الحاضرة (زاد المستقنع، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

ترجمہ: اور فوت شدہ نمازوں کی فوری قضا واجب ہے، ترتیب وار، اور ترتیب ساقط ہو جاتی ہے بھولنے سے، اور موجودہ نماز کے وقت کے نکلنے کے خوف سے (ترجمہ ختم)

اور الشرح الکبیر میں ہے:

ويجب عليه قضاء الفوائت على الفور وإن كثرت (الشرح الكبير لابنِ قدامة ج ۱ ص ۴۵۳)

ترجمہ: اور فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے فی الفور، اگرچہ وہ تعداد میں زیادہ ہی کیوں نہ ہوں (ترجمہ ختم)

اور الشرح الممتع میں ہے:

يجب فوراً قضاء الفوائت، ظاهر كلام المؤلِّف أنَّه لا فرق بين أن يدعها عمداً بلا عُذر، أو يدعها لعُذر، وهذا هو الذى عليه جمهور أهل العلم :أن قضاء الفوائت واجب، سواء تركها لعُذر أم لغير عُذر، أى :حتى المتعمِّد الذى تعمَّد إخراج الصَّلاة عن وقتها يقال له :إنک آثم وعليک القضاء، وهذا مذهب الأئمة الأربعة، وجمهور أهل العلم (الشرح الممتع، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

ترجمہ: فوت شدہ نمازوں کی قضا فی الفور واجب ہے، مؤلف کا ظاہری کلام یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں کہ جان بوجھ کر بلا عذر نماز چھوڑی ہو یا عذر کی وجہ سے چھوڑی ہو، اور یہی تمام جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے چاہے عذر کی وجہ سے فوت ہوئی ہوں، یا بغیر عذر کے، یہاں تک کہ جس نے جان بوجھ کر نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر دیا ہو، تو اس کو یہ کہا جائے گا کہ آپ گناہ گار ہیں، اور آپ پر قضا لازم ہے، اور یہی چاروں ائمہ اور جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے (ترجمہ ختم)

اورعلی بن نایف الشحو دفرماتے ہیں:

الْـمُتَـعَمِّدُ فِي التَّرْكِ ,فَيَـرٰى جُـمْـهُـورُ الْـفُـقَهَاءِ أَنَّهُ يَلْزَمُهُ قَضَاءُ الْفَوَائِتِ
(المـفـصـل فى شرح حديث من بدل دينه فاقتلوه ج۲ ص ۴۲۲، ما يقطع أحكام القرابة من الردة أو اختلاف الدين)

ترجمہ: جان بوجھ کرنماز چھوڑنے والے کے بارے میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ اس کوفوت شدہ نمازوں کی قضا کرنالازم ہے(ترجمہ ختم)

فقہ مالکی کی عبارات

مالکیہ الشرح الکبیر میں ہے:

(وجب) فورا (قضاء) صلاة (فائتة) على نحو ما فاتته من سفرية وحضرية وسرية وجهرية (الشـرح الكبير للشيخ الدردير، فـصـل يذكر فيه أربع مسائل قضاء الفوائت الخ)

ترجمہ: اورفوت شدہ نماز کی قضا فوری واجب ہے،اسی طریقہ پرجس طرح وہ فوت ہوئی ہوں،خواہ سفری ہوں یاحضری ہوں اورسری ہوں یاجہر ہوں(ترجمہ ختم)

اورالفواکہ الدوانی میں ہے:

وَجَبَ قَضَاءُ فَائِتَةٍ مُطْلَقًا (الفواكه الدوانى، باب جامع فى الصلاة)

ترجمہ: فوت شدہ نماز کی قضا ہرحال میں واجب ہے(ترجمہ ختم)

اورشرح مختصرخلیل میں ہے:

أن الصلاة الفائتة يجب على المكلف قضاؤها فورا سواء تركها عمدا أو سهوا وسواء تركها فى بلاد الإسلام أو الحرب (شرح مختصر خليل ،وجب قضاء فائتة مطلقا)

ترجمہ: فوت شدہ نماز کا مکلّف پرقضا کرنافی الفورواجب ہے،چاہے جان بوجھ کرفوت ہوئی ہو،یا بھولے سے،اورخواہ مسلمانوں کے ملک میں فوت ہوئی ہو،یا کافروں کے ملک میں(ترجمہ ختم)

اورعلامہ ابنِ رشدقرطبی رحمہ اللہ(المتوفی ۵۹۵ھ)فرماتے ہیں:

وأما تاركها عمدا حتى يخرج الوقت فإن الجمهور على أنه آثم وأن القضاء عليه واجب (بداية المجتهد و نهاية المقتصد، الباب الثانى فى القضاء)

ترجمہ: اورنماز کو جان بوجھ کرچھوڑنے والا، یہاں تک کہ نماز کا وقت ختم ہوجائے، جمہور

کے نزدیک یہ گناہ گار رہے، اور اس پر قضا واجب ہے (ترجمہ ختم)

فقہ شافعی کی عبارات

امام نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ :وُجُوب قَضَاء الْفَرِيضَة الْفَائِتَة سَوَاء تَرَكَهَا بِعُذْرٍ كَنَوْمٍ وَنِسْيَان أَوْ بِغَيْرِ عُذْر (شرح النووی علی مسلم، کتاب المساجد، تحت حديث رقم ۱۰۷۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد میں فوت شدہ فرض نماز کے قضا واجب ہونے کا ثبوت ہے، چاہے کسی عذر سے نماز چھوڑی ہو جیسے کہ نینداور بھول کی وجہ سے، یا بغیر عذر کے چھوڑی ہو (ترجمہ ختم)

اور اسنی المطالب میں ہے:

وَيَجِبُ قَضَاءُ فَوَائِتِ الْفَرَائِضِ (اسنى المطالب، الباب الرابع فى صفة الصلاة)

ترجمہ: اور فوت شدہ فرض نمازوں کی قضا واجب ہے (ترجمہ ختم)

اور حاشیہ بجیرمی میں ہے:

تَوَقُّفُ التَّوْبَةِ عَلَى تَمَامِ حِفْظِ مَا نَسِيَهُ مِنْ الْقُرْآنِ وَتَمَامِ قَضَاءِ الْفَوَائِتِ وَإِنْ كَثُرَتْ (حاشية البجيرمى على المنهج، كتاب الجنائز)

ترجمہ: توبہ موقوف رہے گی، بھولے ہوئے قرآن کے مکمل حفظ کرنے پر اور فوت شدہ نمازوں کی قضا مکمل کرنے پر، اگرچہ وہ تعداد میں زیادہ ہی کیوں نہ ہوں (ترجمہ ختم)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ چاروں فقہاء اور جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے، اور بلا عذر نماز کا قضا کرنا گناہ ہے، اور فوت شدہ نمازوں کی جلد از جلد قضا کرنا لازم ہے، اور بلا عذر قضا کر دینے کے گناہ سے توبہ بھی واجب ہے۔

فوت شدہ نماز کے قضا لازم ہونے کے دلائل

یہ بات تو گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکی کہ چاروں فقہاء اور جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک فوت شدہ نمازوں کی قضا لازم ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ فوت شدہ نمازوں کی قضا لازم و واجب ہونے کے کیا دلائل ہیں؟ تو جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ نے اس پر مختلف دلائل قائم کئے ہیں، جن میں سے آگے بعض دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)...... بہت سے اہلِ علم کے نزدیک تو ادا نماز کے فرض ہونے کے جو دلائل ہیں، وہی دلائل قضا کے

فرض ہونے کے بھی ہیں، کیونکہ جب ایک مرتبہ وقت داخل ہونے پر کوئی نماز فرض ہوگئی، تو جب تک اس کو ادا نہیں کیا جائے گا، وہ ذمہ میں فرض ہی رہے گی، اب اگر وقت پر پڑھ لیا، تو وہ ادا کہلائے گی، اور وقت پر ادا نہیں کیا تو وہ قضا کہلائے گی۔ وہ الگ بات ہے کہ عذر کی صورت میں وقت پر ادا نہ کرنے میں گناہ نہ ہوگا، اور بغیر عذر کے گناہ بھی ہوگا، لیکن بہرحال وقت گزرنے کے بعد وہ قضا ہی کہلائے گی۔

چنانچہ امام علاؤالدین بن عبدالعزیز بن احمد بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَبَيَانُهُ أَنَّ الْأَدَاءَ قَدْ صَارَ مُسْتَحَقًّا عَلَيْهِ بِالْأَمْرِ فِي الْوَقْتِ وَمَعْلُومٌ بِالِاسْتِقْرَاءِ أَنَّ الْمُسْتَحَقَّ لَا يَسْقُطُ عَنْ الْمُسْتَحَقِّ عَلَيْهِ إلَّا بِالْأَدَاءِ أَوْ بِالْإِسْقَاطِ أَوْ بِالْعَجْزِ وَلَمْ يُوجَدْ الْكُلُّ فَبَقِيَ كَمَا كَانَ قَبْلَهُ أَمَّا عَدَمُ وُجُودِ الْأَدَاءِ فَظَاهِرٌ وَكَذَا عَدَمُ الْإِسْقَاطِ ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ صَرِيحًا بِيَقِينٍ وَلَا دَلَالَةً ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَحْدُثْ إلَّا خُرُوجُ الْوَقْتِ ، وَهُوَ بِنَفْسِهِ لَا يَصْلُحُ مُسْقِطًا لِأَنَّ بِخُرُوجِ الْوَقْتِ تَقَرَّرَ تَرْكُ الِامْتِثَالِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مُسْقِطًا بَلْ هُوَ تَقَرَّرَ مَا عَلَيْهِ مِنْ الْعُهْدَةِ ؛ وَإِنَّمَا يَصْلُحُ الْخُرُوجُ مُسْقِطًا بِاعْتِبَارِ الْعَجْزِ وَلَمْ يُوجَدْ الْعَجْزُ إلَّا فِي حَقِّ إدْرَاكِ الْفَضِيلَةِ لِبَقَاءِ الْقُدْرَةِ عَلَى أَصْلِ الْعِبَادَةِ لِكَوْنِهِ مُتَصَوَّرَ الْوُجُودِ مِنْهُ حَقِيقَةً وَحُكْمًا فَيَتَقَدَّرُ السُّقُوطُ بِقَدْرِ الْعَجْزِ فَيَسْقُطُ عَنْهُ اسْتِدْرَاكُ شَرَفِ الْوَقْتِ إلَى الْإِثْمِ إنْ تَعَمَّدَ التَّفْوِيتَ وَإِلَى عَدَمِ الثَّوَابِ إنْ لَمْ يَكُنْ تَعَمَّدَ لِلْعَجْزِ وَيَبْقَى أَصْلُ الْعِبَادَةِ الَّذِي هُوَ الْمَقْصُودُ مَضْمُونًا عَلَيْهِ لِقُدْرَتِهِ عَلَيْهِ فَيُطَالَبُ بِالْخُرُوجِ عَنْ عُهْدَتِهِ بِصَرْفِ الْمِثْلِ إلَيْهِ كَمَا فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ (كشف الأسرار، ج ۱ ص ۳۱۶، باب يلقب ببيان صفة حكم الأمر، هل يجب القضاء بامر جديد ام بامر الاول، مطبوعة: دارالكتاب العربى، بيروت) [۱]

---

[۱] یہ تفصیل ان حضراتِ اہلِ علم کے مطابق ہے، جو مثلِ معقول کے ساتھ قضا کے وجوب کو امرِ جدید پر موقوف نہیں سمجھتے، ہمارے اکثر فقہا کا رجحان اسی اصول کی طرف ہے، اور جو امرِ جدید پر موقوف سمجھتے ہیں، ان کے دلائل دوسرے ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

وَسَبَبُ الْقَضَاءِ هو سَبَبُ وُجُوبِ الْأَدَاءِ هَكَذَا فى فَتْحِ الْقَدِيرِ (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصوم، الباب الاول)

لِأَنَّ وُجُوبَ الْقَضَاءِ فَرْعُ وُجُوبِ الْأَدَاءِ (تبيين الحقائق، كتاب الصوم، فصل فى العوارض)

وسبب القضاء سبب وجوب الأداء (حاشية الطحطاوى على المراقى، كتاب الصوم)

وَالْحَاصِلُ أَنَّ وُجُوبَ الْقَضَاءِ لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى أَمْرٍ جَدِيدٍ وَإِنَّمَا يَجِبُ بِالْأَمْرِ الْأَوَّلِ عِنْدَ الْقَاضِي الْإِمَامِ أَبِي زَيْدٍ وَشَمْسِ الْأَئِمَّةِ وَالْمُصَنِّفِ ، وَمَنْ تَابَعَهُمْ وَإِلَيْهِ ذَهَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَالْحَنَابِلَةُ وَعَامَّةُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ وَعِنْدَ الْعِرَاقِيِّينَ مِنْ أَصْحَابِنَا وَصَدْرِ الْإِسْلَامِ أَبِي الْيُسْرِ وَصَاحِبِ الْمِيزَانِ لَا يَجِبُ بِالْأَمْرِ الْأَوَّلِ بَلْ بِأَمْرٍ آخَرَ وَبِدَلِيلٍ آخَرَ ، وَهُوَ مَذْهَبُ عَامَّةِ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَعَامَّةِ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْخِلَافُ فِي الْقَضَاءِ بِمِثْلٍ مَعْقُولٍ ، فَأَمَّا الْقَضَاءُ بِمِثْلٍ غَيْرِ مَعْقُولٍ فَلَا يُمْكِنُ إيجَابُهُ إلَّا بِنَصٍّ جَدِيدٍ بِالِاتِّفَاقِ (كشف الأسرار، ج ۱ ص ۳۱۴، باب يلقب ببيان صفة حكم الأمر)

ترجمہ: اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ادا کرنا ذمہ میں لازم ہو چکا ہے، اس حکم سے جو وقت پر ادا کرنے کے بارے میں ہے، اور یہ بات ایک قاعدہ کے درجے میں ہے کہ جو چیز لازم ہو چکی ہو، وہ لازم شدہ شخص کے یا تو ادا کرنے سے ساقط ہوگی، یا معاف کرنے سے ساقط ہوگی، یا عاجز ہونے سے ساقط ہوگی، اور (وقت گزرنے یعنی قضا ہونے سے) ان (تینوں چیزوں) میں سے کوئی چیز بھی نہیں پائی گئی، لہٰذا وہ اسی طرح لازم رہے گی، جس طرح سے پہلے لازم تھی۔ اب وقت پر ادا کرنا تو ظاہر ہے (کہ نہیں پایا گیا) اور اسی طرح سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس نماز کا) معاف کرنا بھی نہیں پایا گیا، اس لئے کہ یقین کے ساتھ کوئی صریح دلیل (معاف کرنے کی) نہیں پائی گئی، اور نہ ہی کسی دلالت سے معاف ہونا ثابت ہوا، کیونکہ کوئی بھی نئی چیز نہیں پیدا ہوئی، سوائے وقت نکلنے کے، اور وقت گزرنا اپنی ذات میں معاف کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، بلکہ وقت کے نکلنے سے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا نہ کرنا ثابت ہو جاتا ہے، اور یہ ممکن نہیں کہ وقت کا گزر جانا معاف کرنے والا بنے، بلکہ وقت گزرنے سے تو وہ چیز جو ذمہ میں لازم ہوئی تھی، مزید پختہ ہو جاتی ہے۔ البتہ وقت کا نکلنا عاجز ہونے کی صورت میں معاف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور عاجز ہونا صرف (وقت پر نماز پڑھنے کی) فضیلت حاصل کرنے کے حق میں ہی پایا گیا ہے، باقی اصل عبادت کو ادا کرنے کی قدرت تو اب بھی موجود ہے (اس میں عاجز ہونا نہیں پایا گیا) کیونکہ اس کا وجود حقیقتاً اور حکماً پایا جاتا ہے، پس جس قدر عاجز ہونا پایا جاتا ہے، اسی قدر معاف ہوگا، جس کی وجہ سے وقت کا تدارک ساقط ہو کر گناہ کی طرف منتقل ہو جائے گا، جبکہ جان بوجھ کر بلا عذر قضا کیا ہو، اور اگر جان بوجھ کر عاجز ہونا نہیں پایا گیا، تو اس (اصل وقت) کے ثواب (وفوائد) سے محرومی رہے گی، لیکن اصل عبادت جو کہ مقصود ہے، وہ ذمہ میں باقی رہے گی، کیونکہ اس پر قدرت موجود ہے، پس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے اس کے مثل (یعنی قضا) کا مطالبہ کیا جائے گا، جیسا کہ حقوق العباد کا معاملہ ہے (کہ ان کی اصل اور عین کی ادائیگی سے عاجز ہونے کی صورت میں ان کے مثل سے ادائیگی لازم ہوتی ہے، اور قضا کی حقیقت بھی مثل کے ساتھ ادائیگی ہے) (ترجمہ ختم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نماز کا حکم ہے، اسی طرح اس کو وقت پر ادا کرنے کا بھی حکم ہے، پس جس نے نماز کو وقت پر ادا نہیں کیا، تو وقت نکلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم (یعنی وقت پر ادا کرنے) کی

تعمیل تو ممکن نہیں رہی،لیکن اصل نماز کا حکم اب بھی برقرار ہے،لہٰذا اس کی تعمیل اب بھی ضروری ہے۔ [۱]

اور بدائع الصنائع میں ہے:

اَلْأَصْلُ فِي الْعِبَادَاتِ الْمُؤَقَّتَةِ إِذَا فَاتَتْ عَنْ وَقْتِهَا أَنَّهَا تُقْضٰى إِذَا اسْتَجْمَعَ شَرَائِطَ وُجُوبِ الْقَضَاءِ وَأَمْكَنَ قَضَاؤُهَا ؛ لِأَنَّ وُجُوبَهَا فِي الْوَقْتِ لِمَعَانٍ هِيَ قَائِمَةٌ بَعْدَ خُرُوجِ الْوَقْتِ وَهِيَ خِدْمَةُ الرَّبِّ تَعَالَى وَتَعْظِيمُهُ وَقَضَاءُ حَقِّ الْعُبُودِيَّةِ وَشُكْرُ النِّعْمَةِ وَتَكْفِيرُ الزَّلَلِ وَالْخَطَايَا الَّتِي تَجْرِي عَلَى يَدِ الْعَبْدِ بَيْنَ الْوَقْتَيْنِ وَأَمْكَنَ قَضَاؤُهَا ؛ لِأَنَّ مِنْ جِنْسِهَا مَشْرُوعٌ خَارِجَ الْوَقْتِ مِنْ حَيْثُ الْأَصْلُ حَقًّا لَهُ فَيَقْضِي بِهِ مَا عَلَيْهِ وَاَللَّهُ أَعْلَمُ(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی حکم صلوات الخوف اذا فسدت او فاتت)

ترجمہ: جو عبادات وقت کے ساتھ مقرر ہیں، جب وہ اپنے وقت سے فوت ہو جائیں، تو ان کو قضا کیا جائے گا، جبکہ قضا واجب ہونے کی شرائط جمع ہوں، اور قضا کرنا ممکن ہو، کیونکہ وقت میں واجب ہونا جن وجوہات (ودلائل) کی بناء پر پایا گیا تھا، وہ وقت نکلنے کے بعد بھی موجود ہیں، جو کہ رب تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور تعظیم اور بندگی کا حق ادا کرنا اور نعمت کا شکر کرنا اور گناہوں اور ان خطاؤں کا کفارہ کرنا ہے جو بندوں سے رات دن سرزد ہوتی ہے، اور اس کا قضا کرنا ممکن ہے، اس لئے کہ اس عبادت کی جنس میں سے وقت کے علاوہ بھی فی نفسہ اللہ

---

[۱] محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ اس اصول کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واستدلوا لذلک بقاعدة هی قولهم :الأمر بالمركب أمر بكل جزء من أجزائه، فإذا تعذر بعض الأجزاء لزم فعل بعضها الذی لم يتعذر .فالأمر بالعبادة الموقتة كالصلوات الخمس أمر بمركب من شيئين :الأول منهما :فعل العبادة .والثانی :كونها مقترنة بالوقت المعين لها، فإذا خرج الوقت تعذر أحدهما وهو الاقتران بالوقت المعين، وبقی الآخر غير متعذر وهو فعل العبادة، فيلزم من الأمر الأول فعل الجزء المقدور عليه، لأن الأمر بالمركب أمر بأجزائه(أضواء البيان فی إيضاح القرآن بالقرآن للشنقيطی، تحت سورة مريم)

ترجمہ: اوران اہلِ علم حضرات نے اس کے لئے ایک قاعدہ سے استدلال کیا ہے، اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جو حکم کچھ اجزاء سے مرکب ہوتا ہے، تو ان میں سے ہر جزو کا حکم ہوا کرتا ہے، پس جب بعض اجزاء کی ادائیگی متعذر ہو جائے، تو جن اجزاء کی ادائیگی متعذر نہ ہو، وہ لازم رہتے ہیں۔

پس وقتِ مقررہ کی عبادت کا جو حکم ہے، جیسا کہ پانچ وقت کی نمازیں، تو یہ حکم دو چیزوں سے مرکب ہے، ان میں سے ایک چیز تو عبادت کا فعل ہے، اور دوسری چیز اس کا مقررہ وقت ہے، پس جب وقت نکل گیا تو ایک چیز متعذر ہو گئی یعنی وقتِ معین، اور دوسری چیز متعذر نہیں ہے، اور وہ عبادت کا فعل ہے، پس پہلے حکم کا وہ حصہ لازم رہے گا، جس کی قدرت ہے، کیونکہ جو حکم مرکب ہو، تو وہ اپنے تمام اجزاء کا حکم ہوا کرتا ہے (ترجمہ ختم)

تعالیٰ کا حق ہوکر ثابت ہے (یعنی دوسرے اوقات میں بھی فرض یا غیر فرض نمازیں شریعت سے ثابت ہیں) پس (جب وقت پر حکم پورا نہ کیا تو) دوسرے وقت میں اپنے اوپر واجب شدہ اس حکم کو قضا کیا جائے گا، واللہ اعلم (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز قضا ہونے کے بعد بھی وہ اسباب ووجوہات اور عوامل بندہ کے ذمہ باقی رہتے ہیں، جو ادا نماز فرض ہونے کی صورت میں تھے، اگرچہ اب ادائیگی کامل طریقہ پر نہ ہوسکے، لہٰذا نماز قضا ہونے کے بعد بھی فرض رہتی ہے، اور ادا کئے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

فوت شدہ نمازوں کی قضا فرض ہونے کے ثبوت کے لئے اگرچہ مذکورہ تفصیل ہی کافی ہے، جس کی روشنی میں جو دلائل قرآن وسنت میں نماز کی فرضیت کے متعلق آئے ہیں، وہی دلائل قضا نماز کی فرضیت کے لئے بھی کافی ہیں، چنانچہ ''اقیمو االصلاۃ'' وغیرہ کا حکم (جس سے نماز کی فرضیت ثابت ہے) بندہ کے ذمہ اس وقت تک عائد رہتا ہے، جب تک وہ نماز کا فریضہ ادا نہیں کر لیتا ہے۔

(۲)......اس کے علاوہ حضور ﷺ کے بعض اصولی ارشادات سے بھی فوت شدہ نماز کی قضا لازم ہونے کا ثبوت ملتا ہے، وہ اس طرح سے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے اہم حقوق میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں حضور ﷺ نے یہ قاعدہ بیان فرمادیا ہے کہ:

اقْضُوا اللَّهَ فَاللَّهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ (بخاری حدیث نمبر ۱۷۲۰، کتاب الحج، باب الحج والنذور عن الميت والرجل يحج عن المرأة، واللفظ لهٗ، سنن النسائی حدیث نمبر ۲۶۳۱، باب الْحَجُّ عَنْ الْمَيِّتِ الَّذِي نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ ، مسند احمد حدیث نمبر ۲۱۴۰، ابنِ خزیمة ،ابوداوٗد طیالسی، دارمی، طبرانی، بیهقی)

ترجمہ: تم اللہ کا حق ادا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق زیادہ ادائیگی کے لائق ہے (ترجمہ ختم)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ نماز حقوق اللہ میں داخل ہے، اور دوسری عبادات سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، لہٰذا جب تک نماز نہیں پڑھی جائے گی، اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے اس حق کی ادائیگی نہیں ہوگی، اور ادائیگی کا کامل طریقہ وقت کے اندر ادا کرنا تھا۔

اور قضا ہونے کے بعد اگرچہ اس کی ادائیگی کامل طریقہ پر نہیں ہوتی، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ادا کئے بغیر یہ ذمہ میں سے ساقط نہیں ہوتی۔

(۳)......اور ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

فَدَيْنُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى (بخارى، حديث نمبر ۱۸۱۷، كتاب الصوم، باب من مات وعليه صوم ، مسلم، حديث نمبر ۲۷۵۰،باب قضاء الصيام عن الميت)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ ادائیگی کے لائق ہے (ترجمہ ختم)

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ نماز قضا ہونے کے بعد بندہ کے ذمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دَین اور قرض بن جاتی ہے، لہٰذا جب تک وہ اس کو ادا نہیں کرے گا، اس کے ذمہ یہ دَین باقی رہے گا۔

(فتح الملهم ج۴ص ۴۸۸،كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، مطبوعة:مكتبه دارالعلوم كراچى)

اور بعض احادیث سے صراحتاً وقت گزرنے کے بعد قضا شدہ نماز کو پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

(۴)...... چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ (صحيح مسلم،حديث نمبر ۱۱۰۲ باب قَضَاءِ الصَّلاةِ الْفَائِتَةِ وَاسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ قَضَائِهَا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو نماز کو بھول گیا تو اسے چاہئے کہ جب اسے نماز یاد آئے، تو اسی وقت پڑھ لے، اس کا کفارہ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں (ترجمہ ختم)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَوْله صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(مَنْ نَسِيَ صَلاة فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا)فِيهِ : وُجُوب قَضَاء الْفَرِيضَة الْفَائِتَة سَوَاء تَرَكَهَا بِعُذْرٍ كَنَوْمٍ وَنِسْيَان أَوْ بِغَيْرِ عُذْر ، وَإِنَّمَا قَيَّدَ فِي الْحَدِيث بِالنِّسْيَانِ لِخُرُوجِهِ عَلَى سَبَب ، لِأَنَّهُ إِذَا وَجَبَ الْقَضَاء عَلَى الْمَعْذُور فَغَيْره أَوْلَى بِالْوُجُوبِ ، وَهُوَ مِنْ بَاب التَّنْبِيه بِالْأَدْنَى عَلَى الْأَعْلَى .وَأَمَّا قَوْله صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا) فَمَحْمُول عَلَى الِاسْتِحْبَاب ؛ فَإِنَّهُ يَجُوز تَأْخِير قَضَاء الْفَائِتَة بِعُذْرٍ عَلَى الصَّحِيح ، وَقَدْ سَبَقَ بَيَانه وَدَلِيله .وَشَذَّ بَعْض أَهْل الظَّاهِر فَقَالَ :لَا يَجِب قَضَاء الْفَائِتَة بِغَيْرِ عُذْر ، وَزَعَمَ أَنَّهَا أَعْظَم مِنْ أَنْ يَخْرُج مِنْ وَبَال مَعْصِيَتهَا بِالْقَضَاءِ ، وَهَذَا خَطَأ مِنْ قَائِله وَجَهَالَة .وَاللَّهُ أَعْلَم (شرح النووى على مسلم، كتاب المساجد، تحت حديث رقم ۱۰۷۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد میں کہ جو نماز کو بھول جائے، اسے چاہئے کہ یاد آنے پر پڑھے، فوت شدہ فرض نماز کے قضا واجب ہونے کا ثبوت موجود ہے، چاہے کسی عذر سے نماز

چھوڑی ہو جیسا کہ نینداور بھول کی وجہ سے، یا بغیر عذر کے چھوڑی ہو،اوراس حدیث میں حضور ﷺ جو بھول کی قید لگائی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث اسی سبب کے متعلق وارد ہوئی ہے، پس جب معذور پر بھی قضا واجب ہے،تو غیر معذور پر بدرجۂ اولیٰ واجب ہے،اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد ادنیٰ کے ذریعہ سے اعلیٰ پر تنبیہ کرنے کے باب سے ہے۔ [1]

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ جب اسے یاد آئے،تو نماز پڑھ لے،تو یہ مستحب ہونے پر محمول ہے، کیونکہ فوت شدہ نماز کو قضا کرنے میں تاخیر عذر کی وجہ سے جائز ہے، صحیح یہی ہے، اوراس کا بیان اور دلیل پیچھے گزر چکی ہے۔اور بعض اہلِ ظاہر نے (اس مسئلہ میں جمہور اہلِ سنت سے)علیٰحدگی اختیار کرتے ہوئے کہا کہ بغیر عذر کے جو نماز فوت ہو جائے،اس کی قضا واجب نہیں،اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ بغیر عذر کے نماز قضا کرنے کا گناہ اس سے بڑھ کر ہے، کہ اس کے گناہ کے وبال سے قضا کر کے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے،اور اہلِ ظاہر کا یہ قول خطاء اور جہالت پر مبنی ہے،واللہ اعلم (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ جو نماز عذر کی وجہ سے قضا ہو جائے،جس میں کہ قضا کرنے کا گناہ بھی نہیں ہوتا، جب اس کو بھی قضا ہونے کے بعد ادا کرنے کا حکم ہے،تو جو نماز بغیر عذر کے قضا ہوئی ہو،اس کو ادا کرنے کا حکم تو بدرجۂ اولیٰ ہوگا، کیونکہ اس میں گناہ بھی پایا جاتا ہے،جس کے لئے قضا کے ساتھ ساتھ توبہ بھی ضروری ہوگی

(۵)......اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قَـالَ نَبِـيُّ الـلَّـهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُـصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا (صحیح مسلم،حدیث نمبر ۱۱۰۳،باب قَضَاءِ الصَّلَاةِ الْفَائِتَةِ وَاسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ قَضَائِهَا)

ترجمہ: اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو نماز کو بھول گیا یا نماز کے وقت سوتا رہ گیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اسے نماز یاد آئے،تو نماز پڑھ لے (ترجمہ ختم)

ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن تیمیۃ الحرانی حنبلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۷۲۷ھ) نے اس حدیث کے ذیل میں بہت عمدہ کلام کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

---

[1] یعنی یہ ایک مستقل قاعدہ ہے کہ بعض اوقات ادنیٰ اور کمزور چیز کے ذریعہ سے کوئی حکم بیان کیا جاتا ہے،جس سے اعلیٰ اور اونچی چیز کا حکم بھی بدرجۂ اولیٰ معلوم ہو جاتا ہے، مثلاً قرآن مجید میں والدین کو ''اُف'' کہنے سے منع کیا گیا ہے،تو اس سے برا بھلا کہنے اور اس سے بڑھ کر مار پیٹ کرنے سب کی ممانعت بدرجۂ اولیٰ معلوم ہوگئی۔

فأوجب صلى الله عليه وسلم القضاء على الفور مع التأخير لعذر فمن التأخير لغير عذر أولى فان قيل تخصيص الحكم بالناسى دليل على إن العامد بخلافه وقد قال ابن مسعود رضى الله عنه إن للصلاة وقتا كوقت الحج وهذا يدل على إن لا تفعل فى غير الوقت قلنا إنما خص النائم والناسى إذ لا إثم عليهما فى التأخير إلى حين الذكر والانتباه بخلاف العامد فكان تأخيرها عن وقتها من الكبائر ومعنى قول ابن مسعود أنه لا يحل له إن يؤخرها عن وقتها ولا يقبل منه إذا آخرها كما قال الصديق رضى الله عنه إن لله حقا بالليل لا يقبله بالنهار وحقا بالنهار لا يقبله بالليل وذلك إن الله تعالى أوجب عليه إن يصلى وإن يفعل ذلك فى الوقت فالإخلال بالوقت لا يوجب الإخلال بأصل الفعل بل يأتى بالصلاة ويبقى التأخير فى ذمته أما إن يعذبه الله أو يتوب عليه أو يغفر له ولم يرد إن الصلاة كالحج من كل وجه فان الحج لا يفعل فى غير وقته سواء أخر لعذر أو لغير عذر والصلاة بخلاف ذلك ومثل هذا ما روى إن من افطر يوما من رمضان لم يقض عنه صيام الدهر كله وإن صامه يعنى من اجل تفويت عين ذلك اليوم مع إن القضاء واجب عليه ويدل على ذلك إن عمر وابن مسعود وغيرهما من السلف جعلوا ترك الصلاة كفرا وتأخيرها عن وقتها إثما ومعصية وفسروا بذلك قوله تعالى (عن صلاتهم ساهون) وقوله تعالى (أضاعوا الصلاة) فلو كان فعلها بعد الوقت لا يصح بحال كالوقوف بعرفة بعد وقته لكان وجود تلك الصلاة كعدمها وكان المؤخر كافرا كالتارك

(شرح العمدة فى الفقه، باب شروط الصلاة)

ترجمہ: پس رسول اللہ ﷺ نے عذر کی وجہ سے تاخیر ہونے کے باوجود فوراً قضا کو واجب فرمایا ہے، تو جب عذر نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ فوری قضا واجب ہوگی۔ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ یہ حکم تو بھولنے والے کے ساتھ خاص ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ عمداً نماز چھوڑنے والے کا حکم اس کے برخلاف ہے، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کا وقت مقرر ہے، حج کے وقت کی طرح، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کے بعد نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ سونے اور بھولنے والا اس سے خاص کیا گیا ہے، کیونکہ ان کو یاد آنے اور بیدار ہونے کے وقت تاخیر کرنے میں گناہ نہیں ہے، بخلاف جان بوجھ کر

چھوڑنے والے کے، تو نماز کو اپنے وقت سے جان بوجھ کر مؤخر کرنا کبیرہ گناہ ہوگا۔اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا حلال نہیں، اور نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنے کی صورت میں نماز مقبول نہیں ہوگی، جیسا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حق جورات سے متعلق ہے، اس کو دن میں قبول نہیں فرماتے ،اور جو اللہ تعالیٰ کا دن کا حق ہے، اس کو رات میں قبول نہیں فرماتے ،اوراس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کو بھی واجب کیا ہے، اور یہ بھی واجب کیا ہے کہ اپنے وقت میں پڑھی جائے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دونوں چیزوں کا حکم ہے) تو وقت میں خلل پیدا کرنے (یعنی قضا کرنے) سے اصل فعل (یعنی نماز کے واجب ہونے) میں خلل ثابت نہیں ہوگا ، بلکہ نماز پڑھنا ضروری رہے گا، اور تاخیر کا گناہ ذمہ میں باقی رہے گا، پھر چاہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دیں، یا اس کی توبہ قبول فرمائیں، یا اس کی مغفرت فرمائیں۔ [۱] اور ایسی کوئی بات شریعت میں نہیں آئی کہ نماز ہر اعتبار سے حج کی طرح ہے، کیونکہ حج دوسرے وقت میں نہیں کیا جاسکتا، چاہے کسی نے عذر کی وجہ سے تاخیر کی ہو یا بغیر عذر کے، اور نماز کا معاملہ اس کے برخلاف ہے۔ [۲]

---

[۱] جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، يَقُولُ :مَنْ صَلَّى الْمَكْتُوبَةَ فَأَدَّاهَا وَصَلاهَا لِوَقْتِهَا لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى وَلَهُ عَهْدٌ أَلا يُعَذِّبَهُ ، وَمَنْ لَمْ يُقِمِ الْمَكْتُوبَةَ وَلَمْ يُصَلِّهَا لِوَقْتِهَا لَقِيَ اللَّهَ ، وَلا عَهْدَ لَهُ إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ ، وَإِنْ شَاءَ رَحِمَهُ (مسند البزار حديث نمبر ۲۶۹۰)

اس حدیث میں وقت پر نماز نہ پڑھنے والے کے عذاب اور رحمت کو اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر موقوف رکھا گیا ہے، جس سے یہ بات ظاہر ہے کہ تارکِ صلاۃ حقیقت میں کافر نہیں، اگر ایسا ہوتا تو پھر مشیئت پر موقوف نہ رکھا جاتا، کیونکہ کافر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کی ہرگز مغفرت نہیں فرمائیں گے۔

وَلَوْ كَانَ كَافِرًا لَمْ يُدْخِلْهُ فِي الْمَشِيئَةِ (المغنى لابنِ قدامة، كتاب الصلاة، باب الحكم فى من ترك الصلاة)

[۲] مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ نماز کا معاملہ پوری طرح حج کی طرح ہے، اور جس طرح وقت گزرنے کے بعد حج نہیں کیا جاسکتا، بلکہ وہ مخصوص وقت میں ہی کیا جاسکتا ہے، یہی معاملہ نماز کا بھی ہے، یہ درست نہیں، کیونکہ نماز کے بارے میں وقت گزرنے کے بعد بھی پڑھنا شریعت سے ثابت ہے، مگر حج کے بارے میں اس طرح کا کوئی ثبوت نہیں۔

علاوہ ازیں حج امرِ غیر معقول ہے، جبکہ نماز امرِ معقول ہے، جس طرح سے کہ روزہ امرِ معقول ہے، اور اس کے متعلق دوسرے وقت میں قضا پر نص وارد ہے، فی قولہٖ تعالیٰ: فعدة من ايام اخر (سورة بقرة آيت ۱۸۴)

Idara Ghufran

اور اسی کے مثل یہ روایت ہے کہ جس نے رمضان کے ایک دن کا روزہ چھوڑ دیا، تو سارے زمانے کے روزے اس کی قضا نہیں کر سکتے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ خاص وہ دن فوت ہوجانے کی وجہ سے (اس کے برابر نہیں ہوسکتے) باوجودیکہ چھوڑے ہوئے روزے کی قضا واجب ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر اور ابنِ مسعود وغیرہ سلف نے نماز کے چھوڑنے کو کفریہ عمل اور نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنے کو گناہ قرار دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے قول ''**عن صلاتھم ساھون** ''اور''**اضاعوا الصلاۃ**'' کی یہی (قضا کردینے سے) تفسیر کی ہے، پس اگر نماز کو وقت گزرنے کے بعد پڑھنا کسی طرح بھی درست نہ ہوتا، جیسا کہ وقت گزرنے کے بعد عرفہ میں وقوف کا حکم ہے، تو (وقت گزرنے کے بعد) اس نماز کا وجود اور عدمِ وجود برابر ہوتا، اور تاخیر کرنے والا بھی ترک کرنے والے کی طرح کفریہ عمل کرنے والا قرار دیا جاتا (جبکہ معاملہ اس طرح نہیں، اور دونوں میں فرق ہے، جو مذکورہ صحابۂ کرام سے بھی ثابت ہے) (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز بھی قضا ہوجائے، خواہ عذر کی وجہ سے قضا ہو، یا بغیر عذر کے، تو اس کو پڑھنا لازم رہتا ہے، اور جب تک وہ نماز نہ پڑھی جائے، وہ ذمہ میں لازم رہتی ہے، اور بغیر عذر کے قضا کرنے کے گناہ سے توبہ بھی لازم ہوتی ہے۔

(۶)......اور صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ غَفَلَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ أَقِمْ الصَّلَاةَ لِذِكْرِى (صحيح مسلم، حديث نمبر ۱۱۰۴، باب قَضَاءِ الصَّلَاةِ الْفَائِتَةِ وَاسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ قَضَائِهَا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز سے سوتا رہ جائے یا اس سے غافل رہے تو اسے چاہئے کہ جب اسے نماز یاد آئے، اسی وقت پڑھ لے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو (ترجمہ ختم)

ان احادیث میں قضا شدہ نماز کے پڑھنے کا صاف طور پر ذکر ہے۔

رہا یہ کہ ان احادیث میں تو سونے یا بھولنے یا غافل ہونے کی وجہ سے نماز فوت ہوجانے کے بعد قضا کا ذکر ہے، مگر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کا ذکر نہیں، تو اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

پھراس حدیث میں حضورﷺ نے تنبہ ہونے پر قضانماز کاحکم بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد’’أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي‘‘فرماکراس طرف اشارہ کردیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نماز کی قضاپڑھنے کوبھی شامل ہے، اس کے علاوہ یہ بات بھی پہلے گزرچکی ہے کہ بلاعذر جان بوجھ کرنماز کوقضا کردینا مومن کی شان نہیں ہے، اس لئے اس کواحادیث میں ذکرنہیں کیا گیا، البتہ نیندیا بھول وغیرہ انسان کے اختیار سے باہر ہے، اس لئے احادیث میں ان چیزوں کے ذکر پراکتفاء کیا گیاہے۔ [۱]

(۷)......اورحضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِيمَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتَّى يَجِيءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُخْرَى حِينَ يَنْتَبِهُ لَهَا (نسائی، حدیث نمبر ۶۱۵ ،باب فِيمَنْ نَامَ عَنْ الصَّلَاةِ ،واللفظ لهٗ صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۱۴۶۰)

ترجمہ: رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ نیند کی حالت میں (نماز ضائع ہوجائے تو) کوتاہی شمار نہ ہوگی ،کوتاہی تو اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس نے نماز نہیں پڑھی، یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا، جبکہ وہ نماز کے وقت جاگا ہوا ہو(ترجمہ ختم)

اس حدیث کونقل کرنے کے بعدامام ابنِ حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[۱] چنانچہ الجوہرۃ النیر ہ کے حوالہ سے یہ عبارت پہلے گزرچکی ہے کہ:

(وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَاةٌ قَضَاهَا إذَا ذَكَرَهَا) ، وَكَذَا إذَا تَرَكَهَا عَمْدًا فِسْقًا أَوْ مَجَانَةً أَيْ قِلَّةَ مُبَالَاةٍ يَجِبُ الْقَضَاءُ أَيْضًا لَكِنْ لِلْمُسْلِمِ عَقْلٌ وَدِينٌ لَا يَرِدُ عَلَيْهِ التَّفْوِيتُ قَصْدًا فَعَبَّرَ عَنْهُ بِالتَّفْوِيتِ لِحُسْنِ ظَنِّهِ بِهِ وَحَمْلًا لِأَمْرِهِ عَلَى الصَّلَاحِ (الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت)

رہا بعض حضرات کا یہ شبہ کہ جان بوجھ کرقضا کرنے کا گناہ ایسا شدید ہے کہ اس کی تلافی صرف قضا سے نہیں ہوسکتی، جبکہ نینداور بھول میں کوئی گناہ نہیں، لہٰذادونوں کاحکم علیٰحدہ علیٰحدہ ہونا چاہئے۔

تواس کاجواب گزشتہ تفصیل سے واضح ہے، جس کاخلاصہ یہ ہے کہ ہم بھی قضاکے ذریعہ سے گناہ مرتفع ہونے کے قائل نہیں، بلکہ اس کے لئے مستقل توبہ کے قائل ہیں، اورقضاتواس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم جونماز کی فرضیت ذمہ میں عائد ہوکرثابت ہواتھا، اس کا جوحصہ قدرت میں ہے، اس کوادا کیا جائے، اور جوقدرت میں نہیں مثلاً وقت کا گزرجانا، تواس کے لئے توبہ ہی ضروری ہے۔

اوراگرغورکیا جائے تومعلوم ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کے بعدتونماز قضاہی ہوجاتی ہے، خواہ وہ اختیاری فعل سے قضاہو، یاغیراختیاری فعل سے، اورفرق صرف گناہ ہونے نہ ہونے کا ہے کہ غیراختیاری صورت میں قضا کا گناہ نہیں، اوراختیاری صورت میں قضا کا گناہ ہے۔

پس قضاہونے کی حیثیت سے تودونوں کاحکم برابر ہے، البتہ اختیاری کی صورت میں قضاکے ساتھ گناہ بھی پایا جاتا ہے، اورغیراختیاری کی صورت میں گناہ نہیں پایا جاتا، لہٰذا جس صورت میں قضاکے ساتھ گناہ شامل ہوگا، اس صورت میں اس کے ارتفاع کے لئے قضاکے ساتھ توبہ بھی لازم ہوگی، اور جس صورت میں قضائے محض پائی جائے گی، اس صورت میں توبہ کے انضمام کی ضرورت نہیں ہوگی، بلکہ صرف قضا کرنا کافی ہوگا۔

فِي إِطْلَاقِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّفْرِيطَ عَلَى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتّٰى دَخَلَ وَقْتُ صَلَاةٍ أُخْرٰى بَيَانٌ وَاضِحٌ أَنَّهُ لَمْ يَكْفُرْ بِفِعْلِهِ ذٰلِكَ ، إِذْ لَوْ كَانَ كَذٰلِكَ ، لَمْ يُطْلِقْ عَلَيْهِ اسْمُ التَّأْخِيرِ وَالتَّقْصِيرِ دُونَ إِطْلَاقِ الْكُفْرِ (صحيح ابن حبان حديث نمبر ۱۴۶۰)

ترجمہ: مصطفیٰ ﷺ کے دوسری نماز کا وقت داخل ہونے تک پہلی نماز نہ پڑھنے والے کو تفریط (یعنی گناہ وکوتاہی) قرار دینے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نماز نہ پڑھنے کے فعل سے انسان کافر نہیں ہوتا، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کو تاخیر اور کوتاہی قرار نہ دیتے، جو کہ کفر سے کمزور درجے کی چیز (یعنی گناہ) ہے (ترجمہ ختم)

اور جب بلا عذر نماز کو قضا کر دیا، تو گناہ لازم آیا، اور اس گناہ سے بچنے کا طریقہ توبہ کے ساتھ اس نماز کو قضا کرنا ہے، بلکہ قضا نماز کو پڑھنا توبہ ہی کا حصہ ہے۔

(۸)......اور مسلم شریف میں یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلَاةَ حَتّٰى يَجِيءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ الْأُخْرٰى فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَلْيُصَلِّهَا حِينَ يَنْتَبِهُ لَهَا (مسلم، حديث نمبر ۱۵۹۴، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها)

ترجمہ: خبردار ہوجاؤ کہ نیند میں تفریط (کوتاہی) نہیں ہے، تفریط (کوتاہی) تو اس شخص کے بارے میں ہے کہ جس نے نماز نہیں پڑھی، یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ گیا، پس جس شخص سے (نیند کی وجہ سے) نماز وقت سے رہ گئی، تو اسے چاہئے کہ جب بیدار ہو، تو اس وقت نماز پڑھ لے (ترجمہ ختم)

(۹)......اور حضرت عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُسْأَلُ مَا التَّفْرِيطُ فِي الصَّلَاةِ ؟ قَالَ :أَنْ تُؤَخِّرَهَا حَتّٰى يَدْخُلَ وَقْتُ الَّتِي بَعْدَهَا (مصنف ابن ابى شيبة ،حديث نمبر ۳۳۸۹، كتاب الصلاة، باب من قال لا تفوت صلاة حتى يدخل وقت الأخرى ، وما بينهما وقت)

ترجمہ: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ان سے نماز میں تفریط (یعنی کوتاہی) کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا کہ تفریط (یعنی کوتاہی) یہ ہے کہ آپ نماز کو اتنی مؤخر کریں کہ اس کے بعد والی نماز کا وقت داخل ہو جائے (ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ بیداری کی حالت میں نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہوجائے ، یہ نماز میں کوتاہی میں داخل اور گناہ ہے، اور یہ بات پہلے گزرچکی کہ اس کی تلافی توبہ اور قضا شدہ نماز کوادا کرنا ہے۔

(۱۰)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم -وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ زَوْجِى صَفْوَانَ بْنَ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِى إِذَا صَلَّيْتُ وَيُفَطِّرُنِى إِذَا صُمْتُ وَلاَ يُصَلِّى صَلاَةَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ .قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ .قَالَ فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِى إِذَا صَلَّيْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا .قَالَ فَقَالَ لَوْ كَانَتْ سُورَةً وَاحِدَةً لَكَفَتِ النَّاسَ .وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِى فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ فَتَصُومُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلاَ أَصْبِرُ .فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -يَوْمَئِذٍ لاَ تَصُومُ امْرَأَةٌ إِلاَّ بِإِذْنِ زَوْجِهَا .وَأَمَّا قَوْلُهَا إِنِّى لاَ أُصَلِّى حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لاَ نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ .قَالَ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ فَصَلِّ (سنن أبى داود، حديث نمبر ۲۴۶۱، باب الْمَرْأَةِ تَصُومُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا، مسنداحمد حديث نمبر ۱۱۷۵۹، مستدرک حاکم حديث نمبر ۱۵۴۶) ؎

ترجمہ: ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور ہم اس وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اس عورت نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میرے شوہر صفوان بن معطل مجھے مارتے ہیں جب میں نماز پڑھتی ہوں، اور جب میں (نفلی) روزہ رکھتی ہوں تو وہ روزہ تڑادیتے ہیں، اور فجر کی نماز سورج طلوع ہونے سے پہلے نہیں پڑھتے۔حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ (اس خاتون کے شوہر) حضرت صفوان اس وقت حضور ﷺ کے پاس موجود تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیوی کی شکایت کے متعلق معلوم کیا تو حضرت صفوان نے عرض کیا کہ ان کی نماز پڑھنے پر مارنے کی شکایت کی وجہ تو یہ ہے کہ یہ نماز میں دو (لمبی لمبی) سورتیں پڑھتی ہیں، اور میں نے ان کو ان سورتوں سے منع کررکھا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک ہی سورت ہوتو بھی لوگوں کو کافی ہے (لہٰذا دو لمبی سورتیں پڑھنے کی ضرورت نہیں) رہی ان کی روزہ توڑوادینے کی شکایت تو یہ خود جا کر روزہ رکھ لیتی ہیں، اور میں جوان

آدمی ہوں، مجھ سے صبر نہیں ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت کسی دن کا (نفلی) روزہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں رکھ سکتی۔ اور رہی ان کی یہ شکایت کہ میں سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز نہیں پڑھتا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایسے گھر والے ہیں کہ جن کے بارے میں (رات کو دیر تک کام کاج کی مشغولیت) سب کو معلوم ہے، جس کی وجہ سے سورج طلوع ہونے سے پہلے ہماری آنکھ نہیں کھل پاتی (اور ایسا شخص شریعت کی نظر میں معذور ہے، اور گناہ گار نہیں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ بیدار ہوں، تو نماز پڑھ لیا کریں (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز قضا ہوجانے کے بعد اس کو پڑھنا ضروری رہتا ہے، اور قضا ہونے سے نماز معاف نہیں ہوتی، اب اگر کسی عذر سے نماز قضا ہوئی، تو اس کو ادا کر لینا ہی اس کا کفارہ ہے، اور اگر بغیر عذر کے نماز قضا کی تو اس کو ادا کرنے کے ساتھ ساتھ توبہ واستغفار بھی ضروری ہے۔

کیونکہ نماز کو بلا شرعی عذر کے قضا کر دینا سخت کبیرہ گناہ ہے۔

(مرقاة، كتاب النكاح، باب عشرة النساء وما لكل واحدة من الحقوق)

(۱۱)......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتْ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ (بخاری، حدیث نمبر ۵٦۱، كتاب مواقيت الصلاة، باب من صلى بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت، واللفظ لهٔ، مسلم حديث نمبر ۱۴٦۲، كتاب المساجد، باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطى هى صلاة العصر)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد تشریف لائے، اور کفارِ قریش کو برا بھلا کہنے لگے، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں نے

---

۱ قال الحاكم: " هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "(حواله بالا)
إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن أحمد، فقد أخرج له النسائى، وهو ثقة، وقد توبع .عثمان :هو ابن محمد بن أبى شيبة، وجرير :هو ابن عبد الحميد، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وأبو صالح :هو ذكوان السمان(حاشية مسند احمد، حواله باله)

Idara Ghufran

ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی، اور سورج غروب ہو رہا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی، پھر ہم بطحان کی طرف کھڑے ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے بھی عصر کی نماز کے لئے وضو کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی، پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں بھی نماز کے قضا ہو جانے کے بعد اس کو ادا کرنے کا صاف طور پر ذکر ہے۔

(۱۲)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحُبِسْنَا عَنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيَّ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَأَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الْعَصْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى بِنَا الْعِشَاءَ ثُمَّ طَافَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَا عَلَى الْأَرْضِ عِصَابَةٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ غَيْرُكُمْ (سنن النسائی، حدیث نمبر ۶۲۱، باب كَيْفَ يُقْضَى الْفَائِتُ مِنْ الصَّلَاةِ، مسند احمد حدیث نمبر ۴۰۱۳)

ترجمہ: ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے تو ہمیں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نماز سے روک دیا گیا، تو یہ عمل میرے اوپر سخت گراں گزرا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں، اور اللہ کے راستے میں ہیں (اور ہماری نمازیں قضا ہو گئیں) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم فرمایا تو انہوں نے اذان اور اقامت کہی، تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ ﷺ ہماری طرف تشریف لائے، اور فرمایا کہ زمین کے اوپر کوئی جماعت ایسی نہیں، جو اللہ عزوجل کا ذکر کر رہی ہو، سوائے تمہارے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ نماز قضا ہونے کے بعد اس کو ادا کرنا چاہئے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک سے زیادہ لوگوں کی، اور ایک سے زیادہ وقت کی نمازیں قضا ہو جائیں تو ان کو باجماعت ادا کرنا

چاہیئے ،اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک سے زیادہ نمازیں قضاہوں تو ان کو الگ الگ ادا کرنا ضروری ہے۔

(۱۳)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَرَّسْنَا مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم -فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ -صلى الله عليه وسلم - لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهِ فَإِنَّ هَذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيْطَانُ .قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِالْمَاءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ -وَقَالَ يَعْقُوبُ ثُمَّ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ -ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلاَةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ (مسلم، حديث نمبر ۱۵۹۳، كتاب المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها،واللفظ لهٗ،نسائی، حديث نمبر ۶۲۲، باب كَيْفَ يُقْضَى الْفَائِتُ مِنَ الصَّلَاةِ)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (راستے میں) ایک رات گزاری،تو ہماری آنکھ نہیں کھلی، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا،تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر ایک اپنے اونٹ کی نکیل پکڑ لے (اور یہاں سے نکل چلے) کیونکہ اس جگہ میں شیطان (کا اثر) ہے،حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی منگایا، اور وضو کیا، پھر دو رکعت نماز پڑھی، اور یعقوب راوی نے کہا کہ پھر دو رکعت (سنت) پڑھی، پھر نماز کھڑی ہوئی، اور فجر کی نماز پڑھی (ترجمہ ختم)

(۱۴)......اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

سَرَيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ عَرَّسْنَا فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتَّى أَيْقَظَنَا حَرُّ الشَّمْسِ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا يَقُومُ دَهِشًا إِلَى طَهُورِهِ قَالَ :فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْكُنُوا، ثُمَّ ارْتَحَلْنَا فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ تَوَضَّأَ، ثُمَّ أَمَرَ بِلاَلًا فَأَذَّنَ، ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّيْنَا فَقَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نُعِيدُهَا فِي وَقْتِهَا مِنَ الْغَدِ ؟ قَالَ " :أَيَنْهَاكُمْ رَبُّكُمْ عَنِ الرِّبَا وَيَقْبَلُهُ مِنْكُمْ ؟ " (مسند احمد حديث نمبر ۱۹۹۶۴،واللفظ لهٗ، صحيح ابن حبان حديث نمبر ۲۶۵۰)

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے، جب رات کا آخری حصہ ہوا،تو ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، پس ہم خود سے بیدار نہیں ہوسکے، یہاں تک کہ ہم سورج کی تپش سے بیدار

ہوئے، پس ہم میں سے ہر آدمی گھبرا کر (وضو کے لئے) پانی تلاش کرنے لگا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ سکون پکڑیں، پھر ہم نے وہاں سے کوچ کیا، اور ہم چلے یہاں تک کہ سورج جب بلند ہوگیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم فرمایا، پھر فجر سے پہلے کی دو رکعت (سنت) پڑھیں، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی (قضا) نماز پڑھائی، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا، اور وضو کیا، پھر دو رکعت نماز پڑھی، اور یعقوب راوی نے کہا کہ پھر دو رکعت (سنت) پڑھی، پھر نماز کھڑی ہوئی، اور فجر کی نماز پڑھی (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں بھی نماز قضا ہونے کے بعد اس کو ادا کرنے کا ثبوت ہے۔

مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ نماز قضا ہونے کے بعد اس کو ادا کرنا ضروری ہے۔

پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نماز قضا ہوجانے کے بعد اس کو ادا کرنے کی ضرورت نہیں، ان کی یہ بات سراسر شریعت کے خلاف ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ ادا نماز کو چھوڑنے والا حقیقت میں کافر ہے، اس لئے اس کو قضا نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، تو یہ بھی درست نہیں، کیونکہ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ نماز کا قضا کرنا کبیرہ گناہ میں داخل ہے، اور حقیقی کفر میں داخل نہیں۔

چنانچہ علامہ ابنِ قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَلِأَنَّ ذَلِكَ إجْمَاعُ الْمُسْلِمِينَ ، فَإِنَّا لَا نَعْلَمُ فِي عَصْرٍ مِنْ الْأَعْصَارِ أَحَدًا مِنْ تَارِكِي الصَّلَاةِ تُرِكَ تَغْسِيلُهُ ، وَالصَّلَاةُ عَلَيْهِ ، وَدَفْنُهُ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ ، وَلَا مُنِعَ وَرَثَتُهُ مِيرَاثَهُ ، وَلَا مُنِعَ هُوَ مِيرَاثَ مُوَرِّثِهِ ، وَلَا فُرِّقَ بَيْنَ زَوْجَيْنِ لِتَرْكِ الصَّلَاةِ مِنْ أَحَدِهِمَا ؛ مَعَ كَثْرَةِ تَارِكِي الصَّلَاةِ ، وَلَوْ كَانَ كَافِرًا لَثَبَتَتْ هَذِهِ الْأَحْكَامُ كُلُّهَا ، وَلَا نَعْلَمُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ خِلَافًا فِي أَنَّ تَارِكَ الصَّلَاةِ يَجِبُ عَلَيْهِ قَضَاؤُهَا ، وَلَوْ كَانَ مُرْتَدًّا لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ قَضَاءُ صَلَاةٍ وَلَا صِيَامٍ .وَأَمَّا الْأَحَادِيثُ الْمُتَقَدِّمَةُ فَهِيَ عَلَى سَبِيلِ التَّغْلِيظِ ، وَالتَّشْبِيهِ لَهُ بِالْكُفَّارِ ، لَا عَلَى الْحَقِيقَةِ ، كَقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ)

(المغنی لابن قدامة، کتاب الصلاة، باب الحکم فی من ترک الصلاة)

ترجمہ: اور (تارکِ صلاۃ کافر) اس لئے بھی نہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے، کیونکہ ہم

کسی بھی زمانے میں یہ نہیں جانتے کہ تارکِ صلاۃ کے (فوت ہونے کے بعد) غسل اور نمازِ جنازہ کو اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کو چھوڑا گیا ہو، اور نہ ہی اس کو مسلمان کا وارث بننے سے یا اس کی میراث مسلمان کو پہنچنے سے منع کیا گیا ہو، اور نہ ہی نماز چھوڑنے کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان علیٰحدگی کرائی گئی ہو، باوجود یکہ نماز کے ترک کرنے والوں کی کثرت ہے، اور اگر واقعتاً نماز ترک کرنے والا کافر ہوتا، تو یہ مذکورہ تمام احکام اس کے حق میں ثابت ہوتے، اور مسلمانوں کے درمیان ہمارے علم میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ نماز چھوڑنے والے پر اس کی قضا واجب ہے، اور اگر نماز کا ترک کرنے والا مرتد ہوجاتا، تو نہ تو اس پر نماز کی قضا واجب ہوتی، اور نہ روزوں کی قضا واجب ہوتی۔ رہی وہ احادیث جو پہلے گزر چکی ہیں (اور ان میں بظاہر نماز ترک کرنے والے کو کافر کہا گیا ہے) تو ان میں اس گناہ کی سختی اور کافروں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے، نہ کہ حقیقت میں کافر کہا گیا ہے، جیسا کہ نبی علیہ السلام کے اس ارشاد میں کافر کہا گیا ہے کہ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے، اور اس کو قتل کرنا کفر ہے (ظاہر ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا کبیرہ گناہ میں ہی داخل ہے، نہ کہ کفر میں، البتہ اگر کوئی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے، تو وہ الگ بات ہے، جیسا کہ کوئی نماز کو فرض ہی نہ سمجھے) (ترجمہ ختم) [۱]

اور بعض حضرات کی طرف سے قضائے عمری کے بارہ میں بعض روایات کو جو موضوع قرار دیا گیا ہے، اس سے وہ روایات مراد ہیں، جن میں ایک یا چند نمازوں کو عمر بھر کی نمازوں کی ادائیگی کے قائم مقام بتلایا

---

[۱] لہٰذا جو لوگ آج کل نماز چھوڑنے والے کو حقیقی کافر قرار دے کر نماز کی قضا نہ ہونے کا حکم لگا رہے ہیں، ان کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر صرف نماز کی معافی کی حد تک محدود رہنے سے کام نہیں چلتا، بلکہ ایسے شخص کا تو اس حال میں بغیر تجدیدِ ایمان کے روزہ رکھنا، زکاۃ دینا، حج کرنا، بلکہ نماز پڑھنا بھی صحیح نہیں ہونا چاہیئے، اور ایسے شخص کو ایمان لانے کے بعد نکاح کی تجدید بھی کرنی چاہیئے، ورنہ ساری زندگی حرام کاری میں گزرنے اور اولاد کے بھی ولد الحرام پیدا ہونے کا مسئلہ کھڑا ہوگا، اس کے علاوہ ایسے شخص کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہونا چاہیئے، اور میراث وغیرہ کے احکام بھی مختلف ہونے چاہئیں، اور ایسے شخص کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے سے بھی منع کرنا چاہیئے۔

غرضیکہ اگر نماز چھوڑنے کو کفر قرار دیا جائے تو پھر اس پر کفر وارتداد کے تمام احکام جاری کرنے چاہئیں، بلکہ کفر سے بڑھ کر مرتد ہونے کے احکام جاری ہونا چاہئیں، کیونکہ اسلام کے بعد کفر کی طرف جانا صرف خالی کفر ہی نہیں بلکہ ارتداد ہے، اور ارتداد کا حکم خالی کفر سے بھی زیادہ سخت ہے، پھر معلوم ہوگا کہ ان کا یہ فتویٰ آج کے دور میں کس حد تک چلتا ہے، اور خود یہ فتویٰ عائد کرنے والے کہاں تک اپنے اس فتویٰ پر خود عمل کرتے اور دوسروں کے لئے کس حد تک قابلِ عمل قرار دیتے ہیں۔

Idara Ghufran

گیا ہے، مثلاً رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع میں مخصوص طریقہ پر نماز پڑھ کر تمام قضائے عمری کے قائم مقام سمجھ لینا، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

اگر کسی مرد یا عورت کے ذمہ بالغ ہونے کے بعد سے لے کر اب تک کچھ یا بہت ساری نمازیں قضا ہوں، خواہ وہ دس، بیس سال یا اس سے بھی کم وبیش کی ہوں، ان سب کو جلد از جلد قضا کرنا چاہئے اور آئندہ قضا کرنے کے گناہ سے بچنا چاہئے، تین مکروہ اوقات (سورج کے طلوع، غروب اور زوال) کے علاوہ ہر وقت قضا نماز پڑھنا درست ہے، اور ایک ایک مجلس میں کئی کئی قضا نمازیں پڑھنا جائز ہے، اور جب قضا نمازوں کی تعداد پانچ سے زیادہ ہو تو ترتیب وار پڑھنا بھی ضروری نہیں۔

اور جو بعض لوگ ہر ادا نماز کے ساتھ ایک قضا نماز پڑھتے ہیں، یہ طریقہ معروف لوگوں نے اپنی سہولت اور مشغولیت کی وجہ سے اختیار کیا ہے، اور اس طرح پڑھنے سے بھی قضا نماز ہو جاتی ہے۔

مگر شرعاً ایسا کرنا ضروری نہیں، اور نہ ہی یہ کوئی شرعی چیز ہے، بلکہ ایک انتظامی چیز ہے، ورنہ شریعت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جلد از جلد جتنی نمازیں بھی پڑھنا ممکن ہوں، اتنی پڑھنی چاہئے۔

اور وقتی نوافل وسنتِ غیر مؤکدہ کی جگہ بھی قضا نمازوں کو پڑھنا چاہئے۔

قضا نماز پڑھتے وقت دل میں یہ نیت بھی کرنا ضروری ہے کہ یہ کون سے دن وتاریخ اور وقت کی نماز ہے، لیکن اگر کسی کو دن وتاریخ یاد نہ ہو تو ہر نماز کے ساتھ صرف اس طرح نیت کر لینا کافی ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے ذمہ مثلاً فجر کی قضا شدہ نمازوں میں سے پہلی فجر کو پڑھتا ہوں، اسی طرح ہر قضا نماز کو ادا کرتے وقت نیت کی جاتی رہے۔

رمضان المبارک میں قضائے عمری کا غلط طریقہ

سوال میں بعض لوگوں کا جو یہ طریقہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ رمضان کے جمعۃ الوداع میں باجماعت دو رکعتیں قضائے عمری کی نیت سے پڑھتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے زندگی بھر کی قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں۔

یہ طریقہ سراسر شریعت کے خلاف ہے، اور قرآن وسنت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، بلکہ صحیح احادیث سے ہر قضا شدہ نماز کو الگ الگ پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

اور رمضان میں ایک فرض ستّر کے برابر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقت میں وہ تعداد کے اعتبار سے ستّر فرضوں کے قائم مقام ہو جاتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرض کا ثواب ستّر گنا بڑھا دیا جاتا ہے، کسی عمل کے ثواب کا بڑھ جانا اور چیز ہے اور اس کا کئی عمل کے برابر اور قائم مقام ہو جانا دوسری چیز ہے،

اگرکوئی مالک اعلان کردے کہ جولوگ فلاں دن کام پر آئیں گے ان کوستّر گنا اجرت دی جائے گی تو اس کے یہ معنٰی کبھی نہیں سمجھے جائیں گے کہ ایک دن کام کرنے کے بعد اب ستّر دن کی چھٹی ہوگئی، یا یہ کہ یہ ایک دن کا کام ستّر دنوں کے کام کے قائم مقام ہوگیا۔

غرضیکہ کسی عمل پر زائد مزدوری ملنا اور بات ہے اور اس عمل کا کئی دن کے عمل کے قائم مقام ہونا دوسری بات ہے لہٰذا ہر قضا شدہ نماز کو الگ الگ پڑھنا ضروری ہے، خواہ رمضان میں پڑھے یا غیر رمضان میں، بلکہ قضا شدہ نماز کوتو جلد از جلد پڑھنے کا حکم ہے، اسے رمضان کے انتظار میں روک کر رکھنا بھی اچھی بات نہیں۔

اور رمضان میں مخصوص طریقہ پر چند رکعتیں پڑھ کر قضائے عمری کو کافی سمجھ لینے کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں پائی جاتی ہے، اور اس سلسلہ میں پیش کردہ روایات موضوع اور منگھڑت ہیں۔ [۱]

حرمین شریفین میں قضا نماز کے بارے میں غلط تصور

اور سوال میں جو بعض لوگوں کا یہ طریقہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مسجد حرام یا مسجد نبوی میں قضاء نمازیں پڑھنے کا اس لئے اہتمام کرتے ہیں کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص مسجد حرام یا مسجد نبوی میں ایک وقت کی قضاء شدہ نماز ادا کرتا ہے تو اس کے ذمہ سے ایک لاکھ یا پچاس ہزار قضاء نمازیں ادا ہوجاتی ہیں۔

یہ طریقہ بھی سراسر غلط ہے، کیونکہ حرمین شریفین میں بھی ایک قضا نماز پڑھنے سے ایک ہی قضا شدہ نماز ذمہ میں سے ادا ہوتی ہے، نہ کہ زیادہ، اور بے شک مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نمازوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے لیکن وہاں پڑھی گئی نماز بھی ایک ہی نماز ہوتی ہے۔

ایسے سستے نسخے اگر شریعت میں ہوتے تو پھر تو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو (جو کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز ادا فرماتے تھے) روزمرہ اور پوری زندگی نمازوں کی پابندی کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اسی طرح چودہ سو سال سے زائد کے گزرے ہوئے عرصہ میں بھی تمام اولیاء کرام و بزرگانِ دین اس آسان نسخہ سے فائدہ اٹھاتے؟

---

[۱] واما اعتقادهم فی ان صلاة رمضان وان کانت فریضة فضلا عن غیرها تعدل کثیرا من الصلوات فهو قبیحة ثانیة (ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان ،صفحه ۷، مشموله مجموعه رسائل اللکنوی، المجلد الثانی)

وخلاصة المرام فی هذاالمقام ان الروایات فی باب القضاء العمری مکذوبة وموضوعة ، والاهتمام به مع اعتقاد تکفیر مامضی بدعة باطلة (ایضاً صفحه ۲۲)

پس قضا نماز خواہ رمضان یا جمعۃ الوداع میں پڑھی جائے یا پھر حرمین شریفین میں، جتنی بھی نمازیں ذمہ میں ہوں، ان سب کو الگ الگ پڑھنا ضروری ہے، اور کسی وقت اور کسی جگہ میں پڑھی ہوئی ایک قضا نماز سے ایک ہی نماز ذمہ سے ادا ہوگی، نہ کہ ایک سے زیادہ۔

اس قسم کے سستے نسخے جاہل اور لالچی قسم کے پیشواؤں کی طرف سے گھڑے ہوئے ہیں، جن کی شریعت میں کوئی معتبر اصل اور بنیاد نہیں پائی جاتی۔

چنانچہ مشکاۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے:

المراد بالتضعيف السابق إنما هو فى الأجر دون الإجزاء باتفاق العلماء فالصلاة فى أحد المساجد الثلاثة لا تجزىء عن أكثر من واحدة إجماعا وما اشتهر على ألسنة العوام أن من صلى داخل الكعبة أربع ركعات تكون قضاء الدهر باطل لا أصل له (مرقاة، كتاب المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة)

ترجمہ: جو پہلے اجر کا زیادہ ہونا بیان کیا گیا، تو وہ اجر ہی کے بارے میں ہے نہ کہ اجزاء کے بارے میں، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے، پس تینوں مساجد (مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور بیت المقدس) میں سے کسی میں بھی نماز پڑھنا بالاجماع ایک سے زیادہ نمازوں کی طرف سے کافی نہیں ہوگا، اور جو عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ جس نے کعبہ کے اندر چار رکعت پڑھیں، تو اس کی پوری زندگی کی قضا نمازیں ادا ہوگئیں، تو یہ باطل ہے، جس کی کوئی بنیاد نہیں (ترجمہ ختم)

خلاصہ یہ کہ فوت شدہ نماز کی قضا لازم ہے، خواہ زیادہ ہوں یا تھوڑی، اور عذر کی وجہ سے قضا ہوئی ہو، یا بغیر عذر کے، اور بغیر عذر فوت شدہ نمازوں کی قضا کے ساتھ ساتھ توبہ بھی لازم ہے، اور جتنی نمازیں بھی قضا ہوں، ان سب کو الگ الگ پڑھنا ضروری ہے، خواہ رمضان کے مہینے میں پڑھی جائیں، یا حرمین شریفین میں، بہرحال ایک نماز پڑھنے سے ایک ہی نماز ذمہ میں سے ادا ہوتی ہے، یہی حق اور صحیح ہے، اور جو لوگ اس کے خلاف نظریہ رکھتے ہیں، وہ درست نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

مورخہ ۷/صفرالمظفر/۱۴۳۱ھ 23/جنوری/2010ء

دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران، راولپنڈی

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟　ترتیب: مولانا ابرار حسین ستی

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۷ ستمبر ۲۰۰۱ء بعد از جمعۃ المبارک کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

مسجد میں مروجہ ٹوپیوں کا حکم

سوال: بعض مساجد میں نماز کے لئے ٹوپیاں رکھی ہوئی ہوتی ہیں جنہیں پہن کر کئی حضرات نماز پڑھتے ہیں، انہیں اس طرح مساجد میں رکھنا اور نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ مساجد میں نماز کے لیے ٹوپیاں رکھنا اور ان کو پہننا اس بات کی دلیل ہے کہ اہلِ مساجد اور نمازی، ٹوپی پہننے کی ضرورت سمجھتے ہیں، اور جب ایسا ہے تو پھر دوسرے لباس کی طرح ٹوپی کا بھی ہر نمازی کو خود انتظام کرنا چاہیے، مگر وہ لا پرواہی سے ایسا نہیں کرتے، اور ٹوپی کا خود سے اہتمام اس لئے نہیں کرتے کہ دل میں ٹوپی کی اہمیت نہیں ہے۔

اگر اہمیت ہو تو ایسا نہ ہو کیونکہ کبھی یہ شلوار کے بغیر مسجد نہیں آتے، جوتے چھوڑ کر نہیں آتے کہ آج بھول گئے ہیں، اس لئے ننگے پیر چلے آئے ہیں، حالانکہ ننگے پیر چلنا کوئی گناہ نہیں ہے، اگر کسی کے پاس جوتے نہ ہوں یا بھول جائے تو ننگے پیر بھی چل سکتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ننگے پیر چلنا بھی ثابت ہے۔ اس سے تکبر ٹوٹتا ہے، اور کہیں نہ ہو سکے تو گھر میں ہی کبھی کبھار چل لے۔

ایک دور وہ بھی تھا کہ ٹوپی کے بغیر کوئی مسجد میں آ جائے، تو اُسے دوسرے لوگ مسجد سے باہر نکال دیتے تھے مگر اب کہتے ہیں کہ بے خیالی ہوگئی، بے دھیانی میں بغیر ٹوپی کے آ گئے، حالانکہ بے خیالی اور بے دھیانی میں تو شلوار اور کرتہ کے بغیر بھی آ جانا چاہیے، مگر اس طرح کی بے خیالی یا بے دھیانی صرف ٹوپی میں ہی

Idara Ghufran

کیوں ہے، اس کی وجہ وہی ٹوپی کی اہمیت کا دل میں نہ ہونا ہے۔

بعض مرتبہ یہ کہا جاتا ہے، کہ چلو نماز پڑھنے تو آ گئے کتنے ایسے ہیں جو پڑھتے ہی نہیں، اپنی جگہ یہ بات درست بھی ہو مگر تب بھی اس کی عادت نہیں بنانی چاہیئے ورنہ تو چند دن بعد نیکر میں آنے لگے تو تہبند کا انتظام مسجد میں شروع کرنا پڑے گا، پھر کیا اس کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ چلو آ تو گیا، غنیمت ہے۔

ہمارے یہاں مسجد میں یہ ٹوپیاں نہیں رکھی گئیں، کئی لوگ آ کر یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر ٹوپیاں نہیں رکھی ہوئی ہیں اور یہ سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ شاید یہاں سب غریب آدمی ہیں اس لئے کوئی دیتا نہیں، یا یہ بہت غریب مسجد ہے، اور بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ''میں لا کر دیدوں'' اس طرح کی باتیں شروع کر دیتے ہیں، مگر میں تو ایسے موقع پر کہہ دیا کرتا ہوں کہ آپ اس مسجد سے بھی زیادہ غریب لگتے ہیں اس لئے کہ آپ کو ایک ٹوپی کی توفیق نہیں ہوئی مسجد کو تو سو، پچاس ٹوپیوں کی توفیق نہیں، مگر آپ کو ایک ٹوپی کی توفیق نہیں، تو آپ بہت زیادہ غریب لگتے ہیں اگر آپ کو ضرورت ہے تو ہم آپ کو لا دیتے ہیں۔

پھر یہ ٹوپیاں گندی اور بدبو والی ہوتی ہیں، کوئی ایسی ٹوپیوں کو اپنے گھر میں نہیں رکھتا، اپنی بیٹھک میں نہیں رکھتا لیکن اللہ کے گھر میں جہاں دیکھو وہاں نظر آتی ہیں، اِدھر بھی پڑی ہیں اُدھر بھی پڑی ہیں اور پھر اُن کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے اس طرح سے جیسے گیند بلا کا کھیل کھیل رہے ہیں، نماز کے بعد پٹا پٹ کی آواز آ رہی ہوتی ہے، پھینک پھینک کے جاتے ہیں، اِدھر تنکے پڑے ہیں اُدھر پڑے ہیں، میل کچیل کی ان پر تہیں جمی ہوئی ہیں، ان میں مختلف لوگوں کی قسم قسم کی بدبو ہوتی ہے، سارے پہننے والے صاف ستھرے تو نہیں ہوتے بلکہ گندے لوگ بھی ہوتے ہیں، نہ ٹوپیوں پر لکھا ہوتا ہے کہ صاف ستھرا پہن سکتا ہے، اور گندہ نہیں پہن سکتا۔

یہ تو ملازم بھی پہنے گا موٹر سائیکل کا ٹھیک کرنیوالا بھی پہنے گا، میلا کچیلا بھی پہنے گا جو اس طرح کام کر رہا ہے کہ بار بار ہاتھ بالوں سے صاف کر لیتا ہے، اور وہ سارا گند جو بالوں میں صاف ہوا تھا آ کر ٹوپی میں صاف ہو جاتا ہے۔

اس کو سارے ہی لوگ استعمال کرتے ہیں، پھر اگر کوئی بھولے سے اس ٹوپی کو پہن کر مسجد سے باہر چلا جائے اور بعد میں پتہ چلے، تو اس پر بڑی شرم آتی ہے، رنگ فق ہو جاتا ہے کہ جناب کیسی ٹوپی پہن کر لوگوں کے سامنے آ گیا، مگر اللہ کے سامنے اس کو پہننے سے منہ فق نہیں ہوتا۔

اگر کوئی اس ٹوپی کو کسی کی بیٹھک میں لے جا کر رکھ دے تو ڈانٹ ڈپٹ شروع ہو جائے کہ یہ کیا تم نے بیٹھک کی زینت خراب کر دی ہے؟ یہ کوئی چیز ہے گھر میں رکھنے کی؟ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اللہ کے گھر کے بارے میں ایسا خیال نہیں آتا، بہر حال یہ ٹوپی پہننے کے بجائے خود اپنے پاس ٹوپی رکھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

بعض لوگ ٹوپی اس لئے نہیں پہنتے کہ انہیں ٹوپی پہننا اچھا نہیں لگتا یا ان کے بالوں کی سیٹنگ خراب ہو جاتی ہے، اگرچہ نماز کی سیٹنگ بھلے ہی خراب ہو جائے، لیکن بالوں کی سیٹنگ خراب نہیں ہونی چاہئے!

ارے بھائی نماز کیا العیاذ باللہ اتنی گری پڑی چیز ہے؟ کہ اس کی سیٹنگ بے شک خراب ہو جائے لیکن آپ کے بالوں کی سیٹنگ خراب نہ ہو جس کو نماز خراب ہونے کا ڈر نہ ہو لیکن اپنے بالوں کی مانگ پٹی خراب ہونے کا ڈر ہو، تو پھر ایسی نماز پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حاصل ہوگا؟ یہ ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے۔

عبرت کدہ　﴿اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَ بۡصَارِ﴾　ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت لوط علیہ السلام (قسط ٦)

حضرت لوط علیہ السلام اور تبلیغِ حق

اہلِ سدوم کو برائیوں اوران کی خباثتوں سے روکنے کے لئے حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت وطہارت کی زندگی گزارنے کی رغبت دلائی، اور نرمی، محبت ہر طرح سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی، ان کو سمجھایا، ان کو موعظت ونصیحت کی، اور ساتھ ساتھ گزشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج وثمرات بتا کر ان کو عبرت دلائی۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر حضرت لوط علیہ السلام کی اہلِ سدوم کو دی گئی درد بھری دعوت اور اس کے ساتھ قومِ لوط کی سرکشی اور اطاعت سے انکار کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ اعراف میں ارشاد ہے:

وَلُوطًا إِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ أَتَأۡتُونَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ أَحَدٍ مِنَ الۡعَالَمِينَ إِنَّكُمۡ لَتَأۡتُونَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِنۡ دُونِ النِّسَاءِ بَلۡ أَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُسۡرِفُونَ (سورة اعراف آیت ۸۰، ۸۱)

ترجمہ: اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو (چند بستیوں کی طرف پیغمبر بنا کر) بھیجا، جب کہ انہوں نے اپنی قوم (یعنی اپنی امت) سے فرمایا کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا (یعنی) تم مَردوں سے شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر (اور اس کام کے ارتکاب میں یہ نہیں کہ تم کو کوئی دھوکہ ہو گیا ہو) بلکہ (اس باب میں) تم حد (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو (ترجمہ ختم)

ایک طرف تو حضرت لوط علیہ السلام کی یہ درد بھری دعوت ملاحظہ فرمائیں، اور دوسری طرف اہلِ سدوم کا سرکشی سے بھرا ہوا جواب سنیے۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهِ إِلَّا أَنۡ قَالُوا أَخۡرِجُوهُمۡ مِنۡ قَرۡيَتِكُمۡ إِنَّهُمۡ أُنَاسٌ

يَتَطَهَّرُونَ(سورۃ الاعراف آیت ۸۲)

ترجمہ: اور (ان مضامین) کا ان کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا، سوائے اس کے کہ (آخر میں بے ہودگی کرتے ہوئے) آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو (یعنی لوط علیہ السلام کو اور ان کے ساتھی مومنین کو) تم اپنی (اس) بستی سے نکال دو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں (اور ہم کو گندہ بتلاتے ہیں پھر گندے لوگوں میں پاکبازوں کا کیا کام) (ترجمہ ختم)

’’بے شک یہ پاک لوگ ہیں‘‘ یہ قومِ لوط کا مذاقیہ فقرہ تھا، گویا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے خاندان پر طنز کرتے اور ان کا ٹھٹھا اڑاتے تھے کہ بڑے پاکباز ہیں، ان کا ہماری بستی میں کیا کام۔

یا حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت آموز باتیں سن کر غیظ وغضب میں آ کر کہتے تھے کہ اگر ہم ناپاک اور بے حیاء ہیں اور یہ بڑے پاکباز ہیں، تو ان کا ہماری بستی میں کیا کام، ان کو یہاں سے نکال دو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ہر طرح سے ان کو دعوت دی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ بھری محفل میں ان کو نصیحت فرمائی، اور فرمایا کہ تم کو اتنا بھی احساس نہیں رہا ہے کہ یہ سمجھ سکو کہ مَردوں کے ساتھ بے حیائی کا تعلق ،لوٹ مار، اور اسی قسم کی بداخلاقیاں بہت برے اعمال ہیں، تم یہ سب کچھ کرتے ہو، اور بھری مجلسوں اور محفلوں میں کرتے ہو، اور شرمندہ ہونے کی بجائے بعد میں اس کا ذکر اس طرح سناتے ہو کہ گویا یہ کارِ نمایاں ہیں جو تم نے انجام دیئے ہیں۔

چنانچہ سورہ عنکبوت میں ارشاد ہے:

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ (سورۃ العنکبوت آیت ۲۹)

ترجمہ: کیا تم ہی وہ نہیں ہو کہ تم مَردوں سے بدفعلی کرتے ،لوگوں کی راہ مارتے ہو، اور اپنی مجلسوں میں اور اہلِ وعیال کے سامنے بے حیائی کے کام کرتے ہو (ترجمہ ختم)

مگر حضرت لوط علیہ السلام کی اس دعوت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ وہ مزید سرکشی پر اتر کر حضرت لوط علیہ السلام سے عذاب کا مطالبہ کرنے لگے۔

(جاری ہے............)

طب و صحت حکیم محمد فیضان

تل (JINJELI SEEDS)

ہمارے یہاں تل کا استعمال صدیوں سے جاری ہے۔تل سے ریوڑیاں، گزک، پٹی وغیرہ چینی اور گڑ میں بنائی جاتی ہیں جو کہ بہت شوق سے کھائی جاتی ہیں۔صدیوں سے دیسی دواؤں میں تل اور تل کا تیل استعمال ہوتا آرہا ہے۔تل کی پیداوار دنیا کے اکثر ممالک میں ہوتی ہے۔تل امریکہ، چین، اٹلی، جاپان، انڈیا اور پاکستان میں پایا جاتا ہے۔خصوصاً گرم علاقوں میں بہت زیادہ اسکی کاشت ہوتی ہے۔اس کا پودا تقریباً ایک میٹر اونچا ہوتا ہے،اس کے پتے نیم کے پتوں کی طرح لمبے لمبے نہایت ملائم ہوتے ہیں۔ شاخوں پر پہلے پھول لگتے ہیں، پھر پھلیاں لگنا شروع ہوجاتی ہیں جن میں خانے ہوتے ہیں اوران خانوں میں سے چھوٹے چھوٹے بیضوی کالے اور سفید بیج نکلتے ہیں، یہی تل کہلاتے ہیں،ان سے تیل بھی نکالا جاتا ہے۔تل میں 50 سے 60 فیصد تک تیل نکلتا ہے۔اس کے تیل کو میٹھا تیل بھی کہا جاتا ہے۔

سیاہ اور سفید دونوں ہی قسم کا تیل برصغیر میں اصلی گھی کی طرح مقوی اور صحت بخش شمار کیا جاتا ہے۔میٹھے تیل میں بہت زیادہ غذائیت ہوتی ہے۔یہ اپنی کیمیائی ترکیب کے لحاظ سے ایک بہترین تیل ہے جو کہ جلد کی گہری تہوں میں نفوذ کرنے کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ جلد کو غذائیت مہیا کرتا ہے اور زہریلے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔یہ تیل وٹامن A وٹامن B وٹامن E اور کیلشیم، فولاد، میگنیشیم، کاپر، سلیسک ایسڈ، فاسفورس سے بھرپور ہے۔اس میں لی نولک ایسڈ، الفالینولک ایسڈ کے ساتھ ساتھ لیسی تھن (Lecithin) بھی ہوتی ہے اوراس کے دماغ اور اعصابی نضام سے متعلق فوائد اسی وجہ سے ہوتے ہیں۔یہ تیل ڈپریشن اور تناؤ کو کم کرتا ہے نیز درد کھنچاؤ عرق انسا (لنگڑی کا درد) کمر درد اور جوڑوں کے درد کو سکون دیتا ہے۔ اعصابی نظام کو طاقت بخشتا ہے۔تھکان اور بے خوابی کو دور کرکے طاقت وتوانائی بڑھانے کا سرچشمہ ہے۔ یہ تیل جسم سے نقصان دہ کولسٹرول کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ دافع بیکٹیریا اور دافع کینسر خصوصیات کا حامل ہے۔فارسی مقولے کے مطابق تل، گرچہ بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر، یعنی تل سائز کے لحاظ سے چھوٹے، لیکن فائدے کے اعتبار سے بہتر ہوتے ہیں۔

اقسام:......تل کی دو اقسام ہیں، تل سیاہ اور تل سفید۔

نام:......تل کو فارسی میں کنجد، عربی میں سمسم، سندھی میں تر، گجراتی میں تل، بنگالی میں تل گانچھ، انگریزی

میں (JINJELI SEEDS) کہتے ہیں۔

مزاج:......گرم وتر۔ بدل السی (مقدار خوراک سات ماشہ سے ایک تولہ)

مضر:......دیرہضم ہے۔ زیادہ استعمال معدہ کو ڈھیلا کر دیتا ہے۔

مصلح:......بریاں کرنا۔ شہد خالص اور قند سفید۔

تل کے خواص:......مسمن بدن، مولد مغلظ منی وشیر، مقوی باہ، مدر حیض، محلل اورام۔

تل کے چند فوائد:......تل میں بے شمار غذائی اور ادویاتی خصوصیات پائی جاتی ہیں، تل ہر عمر کے لئے یکساں مفید ہیں۔ تل زود ہضم ہیں اس میں لحمیات بہت زیادہ ہوتے ہیں، اتنے کسی سبزی میں نہیں ہوتے۔ پرانے زمانے میں سردیوں کے شروع ہوتے ہی گھروں میں تل اور گڑ کے لڈو بنائے جاتے تھے، بلکہ دیہاتوں میں ابھی تک بھی سردی کے آتے ہی لڈو وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ یہ جاڑوں میں پیشاب کی کثرت کو روکتے ہیں اور مرد وخواتین دونوں ہی کی صحت اور توانائی میں اضافہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر بچے بستر میں پیشاب کر دیتے ہوں تو ان کو تل میں میٹھا ملا کر یا ایسے ہی تل کھلانے سے مستقل اور بہت جلد آرام آجاتا ہے اسی طرح سلسل البول کے مریض کو بھی تل کھلانے سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ تل میں قابل جذب معدنی نمکیات، پروٹین، اور نہ جمنے والی چکنائی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ فاسفورس کی ایک اہم چکنائی، فاسفولیسی تھین بھی پائی جاتی ہے جو دماغ اور اعصاب کے لئے نہایت ضروری ہے۔ انسان کے دماغ میں یہ مادہ تمام جانوروں سے زیادہ ہوتا ہے، انسانی دماغ اور غدودوں کی صحت کا انحصار اس فاسفورس آمیز چکنائی پر ہے۔ یہ جز تل کے علاوہ انڈے کی زردی، گوشت اور ماش کی دال میں بھی پایا جاتا ہے۔ تل دل کے لئے بھی بہت مفید ہیں اور قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے، تل وٹامن E کا خزانہ ہے، یہی وٹامن جسم انسانی میں نسل کشی میں مدد دیتی ہے اور جلد بوڑھا نہیں ہونے دیتی اور اس کی موجودگی سے جلد میں جھریاں نہیں پڑتیں۔ ڈپریشن ذہنی دباؤ عصبی تناؤ کے شکار افراد کے لئے تل قدرت کی عطا کردہ انمول نعمت ہیں موسم سرما میں اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

دمہ اور کھانسی کے لئے:......تل سیاہ کو شہد خالص میں ملا کر لعوق تیار کریں۔ یہ لعوق دمہ کھانسی، حلق کی خوشونت کے لئے بہت مفید ہے۔ نیز گنٹھیا، پاؤں کا ٹھنڈا رہنا وغیرہ امراض کے لئے بھی یہ لعوق بہت مفید ہے، اس کے استعمال سے جسم تندرست رہتا ہے، دماغ کو طاقت پہنچتی ہے اور چہرہ پر رونق آجاتی ہے

کالی کھانسی کے لئے:......هوالشافی روغن کنجد 3 تولہ۔ روغن ناریل 3 تولہ۔ لونگ 1 تولہ۔

ترکیب تیاری: ۔اول لونگ باریک کریں۔ پھر دونوں روغنوں کو ایک پیالے میں ڈال کر لونگوں کا سفوف شامل کردیں ۔بعد میں پیالی کو اس قدر گرم کریں کہ لونگ جل جائیں، بس تیار ہے، اتار کر محفوظ کرلیں۔6-6 ماشہ دن میں چار مرتبہ دیں۔

بستر پر پیشاب نکلنے کے لئے:...... اجوائن دیسی ایک چھٹانک۔تل سیاہ آدھا پاؤ۔گڑ آدھا کلو۔ علیحدہ علیحدہ باریک سفوف کر کے ملالیں۔دو تولہ رات کو سوتے وقت بچوں کو کھلانے سے انشااللہ بستر پر پیشاب نکلنے کی شکایت دور ہوجائے گی ۔دیگر:گلنار، مائیں(چھوٹی)، گوند ببول، کشنیز(بریاں) تل سیاہ تمام دوائیں ہموزن لے کر سب کا سفوف بنا کر 6 گرام سوتے وقت ہمراہ دودھ دینے سے ان شااللہ چند روز میں بستر پر پیشاب نکلنے کی شکایت دور ہوجائے گی۔

دبلاپن:......تل سیاہ ایک پاؤ، مغز بادام شیریں چھٹانک، ناریل آدھا پاؤ۔مصری آدھا پاؤ تمام ادویہ کا سفوف بنالیں اور نیم گرم دودھ کے ہمراہ رات کو استعمال کریں یہ دماغ اور اعصاب کو طاقت پہنچاتا ہے، جسم کو فربہ کرتا ہے۔

مردانہ کمزوری کے لئے:......تلوں کو دھو کر صاف کرلیں اور ہموزن ناریل ، ملھٹی ،خشخاش، اور مصری ملائیں دس گرام یہ سفوف رات کو نیم گرم دودھ کے ساتھ استعمال کریں اکیس دن کے استعمال سے مردانہ اور اعصابی کمزوری دور ہوجاتی ہے۔

بالوں کا گرنا:......تلوں کے پتوں اور جڑوں کے جوشاندہ سے سر کو دھونے اور روغن کنجد میں تیار کیا گیا روغن آملہ بالوں کے جڑوں میں لگانے سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور بال گرنا بند ہوجاتے ہیں اور بال جلد سفید بھی نہیں ہوتے۔

جدید تحقیق کے مطابق 100 گرام تلوں میں شامل اجزاء کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

حیاتین الف(اے)	۱۵ یونٹ	تھایامین	۷ء۰ ملی گرام
رائبوفلاوین	۱ء ملی گرام	نایاسین	۷ء۲ ملی گرام
پروٹین (لحمیات)	۹ ملی گرام	حرارے	۲۸۰
چکنائی	۲۴ ملی گرام	نشاستہ	۱۰ ملی گرام
کیلشیم	۵۸۰ ملی گرام	فولاد	۲ء۵ ملی گرام
فاسفورس	۳۰۸ ملی گرام	پوٹاسیم	۳۶۰ ملی گرام

ہائی بلڈ پریشر کے مریض تل اور دیگر مغزیات کے استعمال میں احتیاط رکھیں اور مغزیات اعتدال کے ساتھ استعمال کریں۔

اخبارِ ادارہ　مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......جمعۃ المبارک ۳۰/ذی الحجہ و ۷/۱۴/۲۱/۲۸/محرم و ۶/صفر کو سب متعلقہ مساجد میں جمعہ کے وعظ و مسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

□......۹/۱۶/۲۳/محرم و یکم صفر بعد عصر کی ہفتہ وار مجلس ملفوظات حسب معمول منعقد ہوتی رہی۔

□......۹/محرم اتوار بعد مغرب تا عشاء مسجد غفران میں یوم والدین کا جلسہ منعقد ہوا۔ بندہ محمد امجد کا بیان ہوا۔

□......۶/۱۳/۲۰/۲۷محرم و ۵/صفر جمعرات بعد ظہر طلبہ کرام کی ہفتہ وار بزم ادب حسب معمول منعقد ہوتی رہی

□......۲۸/محرم جمعۃ المبارک کو مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم التبلیغ) کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی، عبدالصمد نام تجویز ہوا، اللہ تعالیٰ نومولود کو صحیح سالم رکھیں، نیک صالح بنائیں۔خوشی میں مولوی صاحب کی طرف سے ادارہ میں ضیافت کا سلسلہ ہوا۔

□......مہینہ بھر (محرم وصفر کے دوران) ادارہ میں وقفے وقفے سے بعض مرمتی وتعمیراتی کام چلتے رہے۔

□......۱۷/محرم جناب حاجی عبداللہ خان صاحب (کوہاٹی بازار) کا انتقال پُر ملال ہوا، حضرت مدیر صاحب نے صادق آباد، نزد کری روڈ، قبرستان میں ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔حاجی عبداللہ صاحب کوہاٹی بازار کی معتبر شخصیت، تبلیغی جماعت کے ذمہ دار اور مسجد امیر معاویہ کے منتظمین میں سے تھے، اور حضرت مدیر صاحب کی مسجد امیر معاویہ میں تقرری کے اصل محرک وداعی تھے، کئی سال سے صاحبِ فراش تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں، درجات بلند فرمائیں، ان کی بیماری کو ان کے حق میں کفارہ سیئات اور رفع درجات کا ذریعہ بنائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

□......۲۱/محرم بروز جمعہ حضرت مدیر صاحب کے گھر کوہاٹی بازار میں جناب حاجی محمد اقبال صاحب (والد ماجد مولانا محمد ناصر صاحب) بمعہ اہل وعیال عشائیہ پر مدعو تھے۔

□......۷/صفر بروز ہفتہ حضرت مدیر صاحب کے رفیق جناب ناصر اقبال صاحب (صراف) کے ولیمہ میں حضرت مدیر صاحب اور ادارہ کے چند اساتذۂ کرام نے شرکت کی۔

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

19 دسمبر 2009ء بمطابق یکم محرم الحرام 1431ھ: پاکستان: سیکرٹری داخلہ سمیت، ایف آئی اے، کے 3افسر معطل، ملک کی بدنامی ہوئی، گیلانی ❁ پاکستان: احتساب عدالتیں سرگرم، این آر او زدگان کے خلاف مقدمات کی کارروائی شروع، رحمٰن ملک سمیت 52افراد کے سمن جاری **20 دسمبر**: پاکستان: مرکزی مجلسِ عاملہ کا اجلاس، پیپلز پارٹی کا مقدمات کے دفاع کا فیصلہ **21 دسمبر**: پاکستان: الزامات کا خوف نہیں، پاکستان کے لئے ہر قربانی دیں گے، وزیر داخلہ **22 دسمبر**: پاکستان: جمہوری عمل کو سبوتاژ نہیں ہونے دیں گے، گیلانی شہباز ملاقات میں اتفاق **23 دسمبر**: پاکستان: قرضہ معاف کرانے والوں کی فہرست پیش ہر مزاحمت کا مقابلہ کریں گے، سپریم کورٹ **24 دسمبر**: پاکستان: ہر کوئی قومی دولت لوٹنے میں مصروف ہے، چیف جسٹس **25 دسمبر**: پاکستان: اداروں کا تصادم ہوا تو کچھ نہیں بچے گا، وزیر اعظم گیلانی **26 دسمبر**: پاکستان: مشکلات کا سبب حکومت کا منفی رویہ ہے، امید ہے، وزیر اعظم عظمیٰ کے فیصلے پر عمل درآمد کروائیں گے، نواز شریف **27 دسمبر**: پاکستان: پی پی متحدہ جمہوری استحکام کے لیے مل کر چلنے پر متفق **28 دسمبر**: پاکستان: 1973ء کا آئین اصل شکل میں بحال عوام کے حقوق کی جنگ لڑتے رہیں گے، وزیر اعظم پاکستان: جمہوریت پر میلی نظر رکھنے والوں کی آنکھیں نکال دیں گے، صدر آصف زرداری **30 دسمبر**: پاکستان: کراچی دھماکے کے بعد ہنگامے تاجروں کے 40ارب ڈوب گئے، جاں بحق ہونے والوں ں کی تعداد 45 ہوگئی **31 دسمبر**: پاکستان: قومی مالیاتی ایوارڈ، 19سال بعد چاروں صوبوں کے متفقہ دستخط **یکم جنوری 2010ء بمطابق 14 محرم الحرام 1431ھ بروز جمعہ**: پاکستان: نئے سال پر حکومت کے تحفے، بجلی گیس مہنگی، پیٹرولیم مصنوعات معمولی سستی ❁ پاکستان: صدر نے بلدیاتی نظام میں ترمیم کا اختیار صوبوں کو دے دیا، ایڈمنسٹریٹر مقرر کرنے کی منظوری **2 جنوری**: پاکستان: لکی مروت کار خودکش حملہ، 90افراد جاں بحق **3 جنوری**: پاکستان: گیس بجلی کے بعد آٹے اور گھی کی قیمتوں میں اضافہ، چینی ناپید **4 جنوری**: پاکستان: وزیر اعظم کا نواز شریف سے رابطہ احتساب بل پر مشاورت **5 جنوری**: پاکستان: فرینڈلی اپوزیشن نہیں جمہوریت چاہتے ہیں، لیکن کرپشن کا ساتھ نہیں دیں گے، نواز شریف **6 جنوری**: پاکستان: سپریم کورٹ کے کسی حکم سے جمہوریت کو خطرہ نہیں، جسٹس جاوید اقبال **7 جنوری**: پاکستان: ملکی نظام تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا، کسی کو تو مداخلت کرنا ہوگی، سپریم کورٹ ❁ پاکستان: حکومت ہٹاؤ تحریک کا وقت نہیں، نواز شریف **8 جنوری**: پاکستان: دہشتگردی سے متاثرہ علاقوں کے لئے امریکا کا اعلان **9 جنوری**

Idara Ghufran

:پاکستان:ڈرون حملے بند کرنے کا پاکستانی مطالبہ مسترد ﷺ **10 جنوری** :پاکستان:پاکستان نے برطانیہ اوراتحادی افواج کو اسلحہ فروخت کرنے کی پیش کش کردی ﷺ **11 جنوری** :پاکستان:کراچی مزید10افراد قتل،رینجرز کوانسداد دہشتگردی ایکٹ کے تحت اختیارات،حکمران اتحاد کا ٹارگٹ کلنگ میں ملوث عناصر کے خلاف بلاامتیاز کارروائی اتفاق ﷺ **12 جنوری** :پاکستان: کراچی واقعات کے حقائق سامنے لائے جائیں،ارکانِ پارلیمنٹ ❁ پاکستان:پنجاب بینک فراڈ کیس،ملکی خزانے سے لوٹی گئی ،پائی پائی وصول کی جائے گی،چیف جسٹس ﷺ **13 جنوری** :پاکستان: کراچی میں امن کے لئے کمیٹی قائم لیاری آپریشن بند رینجرز ہٹانے کی ہدایت ﷺ **14 جنوری** :پاکستان:نیشنل کمانڈ اتھارٹی بھارت کو جوہری مواد کی فراہمی پر تشویش ﷺ **15 جنوری** :پاکستان: بھارت سے تعاون پاکستان پر پابندیاں امریکا کا دوغلہ رویہ قبول نہیں،گیلانی ﷺ **16 جنوری** :پاکستان:اسکریننگ پالیسی پرنظر ثانی کی یقین دہانی ﷺ **17 جنوری** :پاکستان:حکومت نے این آر او پر فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل کردی ﷺ **18 جنوری** :پاکستان: جنوبی وزیرستان امریکی حملہ 20جاں بحق حملے نہیں رکوا سکتے،وزیردفاع ﷺ **19 جنوری** :پاکستان: تین سال میں ہر پاکستانی کو روٹی ،کپڑااور مکان دیں

ضمیمہ علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر(۱۶)

لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (ق)

(توغفلت میں تھا اس سے،اب ہم نے تجھ سے تیراپردہ اُٹھادیا،تو آج تیری آنکھیں کھل گئیں)

کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء

بجواب

کشف الغشاء عن اوقات الفجر والعشاء

ادارہ غفران کے علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر۱۶میں شائع ہونے والے رسالہ ’’صبح صادق و کاذب اوروقتِ عشاء کی تحقیق‘‘ پرایک معترض صاحب کے طولِ لاطائل اعتراضات وتنقیدات اورشبہات کاتحقیقی اورمفصّل ومدلّل جائزہ۔

مؤلف:مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی

گے، زرداری ✍ **20 جنوری** :پاکستان: این آر او سوئس کیسز بحال قومی دولت واپس لانے کا حکم سپریم کورٹ کا تفصیلی فیصلہ ✍ **21 جنوری** :پاکستان: حکومت کی آئینی ماہرین سے مشاورت، وزراء کو عدالتوں میں پیش کرنے فیصلہ ✍ **22 جنوری** :پاکستان: بلیک واٹر پاکستان میں نجی حیثیت سے کام کر رہی ہے، امریکی وزیر دفاع ✍ **23 جنوری** :پاکستان: وزیراعظم کا عدالتی فیصلے پر عملدرآمد کا حکم

اسلام میں اجتہاد اور مذہبِ غیر پر فتویٰ و عمل

شرعی حیثیت

مؤلف

مفتی شاہ اورنگزیب حقانی

(فاضل و متخصص جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، و مدرس جامعہ ابوہریرہ)

ناشر: القاسم اکیڈیمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

مفتی محمد امجد حسین

دہل جائے زمیں لوگو! کہاں ہے آہ! مسلمانی

وطن ہے مبتلائے شر لہو کی ہے وہ ارزانی	دہل جائے زمیں لوگو! کہاں ہے آہ! مسلمانی
لرزتا ہے فلک، حد سے سوا جب ہو کفر، عصیاں	رکی بارش، پڑی آفت، ظلم کی دیکھ، فراوانی
بپا ہے اک حشر، منظر قیامت کا عیاں ہر سو	نمایاں ہے فسادِ بحر و بر کا نقشِ قرآنی
فَفِرُّوْا اَیُّھَا النَّاسُ اِلَی اللّٰہِ وَمَولکم	تسلط یہ کفر کا فعلِ بد کی ہے کارستانی
فلسطینی ، عراقی ہو کہ پاکستاں کہ افغانی	مسلماں کے لہو بدلے ملے یاروں کو سلطانی
جھکو کافر کے آگے دم بھرو ان کی خدائی کا	حکمرانو! مبارک ہو یہ اندازِ حکمرانی
''مسلماناں! مسلماناں! مسلمانی! مسلمانی!	ازیں آئینِ بے دیناں پشیمانی، پشیمانی''
نمی ترسم زغوغائے رقیباں کج رُواں امجدؔ	شرعِ پیغمبری آئد بہ آئینِ جہانبانی

Iqra Ghufran